حضرت

مُجدّدِ الفِ ثانی

کی

مجدّدیت و قیومیّت

تحقیق:

پروفیسر محمد حسین آسی

مکتبۂ نقشِ لاثانی سیالکوٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت

مجدّدِ الفِ ثانی

کی

مجدّدیت وقیومیت

تحقیق

پروفیسر محمد حسین آسی



مکتبہ نقشِ لاثانی سیالکوٹ

نذرِ انتساب



شیخ المشائخ، بحر الحقائق، بقیۃ السلف،
حجۃ الخلف، عارف ربانی، عالم حقانی

پیر سید عابدِ حُسین شاہ نقشہ نقش لاثانی

تاجدار علی پور شریف

کے حضُور

جن کی ایک نظر کرم کے ہم سب محتاج ہیں۔

بفیضانِ نظر

غوثِ صمدانی ، حضور پیر سید علی حسین شاہ نقش لاثانی

نام کتاب :	حضرت مجدد الف ثانی کی مجدّدیت و قیومیت
نام مصنف :	پروفیسر محمد حسین آسی
حرف اول :	غلام مصطفٰے مجددی ایم۔اے
کمپوزنگ :	رانا عبدالخالق انٹرنیشنل کمپیوٹر کالج ریلوے روڈ شکر گڑھ (فون نمبر 3011)
صفحات :	157
اشاعت :	21, مارچ ۱۹۹۹ء
ہدیہ :	60 روپے
ناشر :	مکتبہ نقش لاثانی

ملنے کا پتہ

* مکتبہ نقش لاثانی عقب جناح اسٹیڈیم سیالکوٹ
* لاثانی بک سنٹر ریلوے روڈ شکر گڑھ
* ادارہ تعلیمات مجددیہ ارشد لائبریری شکر گڑھ

حرف اول

بسم اللہ والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلق اللہ



یہ حقیقت ہے کہ اسلام کو جتنا نقصان 'اپنوں' کے ہاتھوں اٹھانا پڑا، بیگانوں سے نہیں۔ ہر دور میں کچھ کلمہ پڑھنے والے ایسے ہوئے ہیں جنھوں نے اسلام کے نظریہ اخوت کو پاش پاش کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ کچھ تو اغیار کے "دستِ کرم" کے پروردہ تھے اور کچھ اپنی نادان دوستی اور ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے یہ فریضہ سر انجام دیتے رہے۔ موجودہ دور میں اسلام کی حالت نہایت نازک ہے۔ چاہئے تو یہ ہے کہ ہمارے علما کرام اور مشائخ عظام اپنے درمیان ربط و آہنگ کی عظیم مثالیں قائم کریں تاکہ ان کے نام لیواؤں میں بھی اتفاق کی راہیں ہموار ہوں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اتفاق کے نئے راستے ہموار کرنے کی بجائے ان راستوں پر بھی لے دے ہو رہی ہے جن پر امتِ مسلمہ کا اجماع ہے اب دیکھئے حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی مجددیت و قیومیت پر کس صاحبِ عقل انساں کو اعتراض ہو سکتا ہے۔ سب کے نزدیک مجددیت و قیومیت کے الفاظ ان کے تعارف کا ذریعہ ہیں۔ چار صدیوں سے ان کو مجدد الف ثانی اور قیوم اول قرار دیا جا رہا ہے۔ مگر نجانے کیا وجہ ہے کہ بعض "مفتیانِ خام" کو ان کی یہ مخصوص شان و عظمت گوارا نہیں۔ وہ نت نئے فتوے جاری کرتے ہیں اور کچھ ان کی تصدیق کرتے ہیں اور اس امر سے ناواقف

ہیں یا چشم پوش ہیں کہ اسلام کے لئے ان کا کردار کتنا خوفناک ہے۔

بعض مفسدہ پردازوں کو کچھ نہیں سوجھتا تو وہ اسلام کے عظیم علمبرداروں کے تحقیقی و فکری اختلافات کو اس انداز میں اچھالتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے جیسے انہوں نے ساری عمر آپس میں جنگ و جدل کرتے بسر کی ہو۔ حالانکہ ان کے چند اختلافات کا یہ رنگ اجتہادی فکر کی بدولت تھا۔ نہ کہ فسادی، پہلے یہ لوگ حضور مجدد الف ثانی اور حضرت شیخ محقق دہلوی علیہما الرحمۃ کے حوالے سے گمراہ کن اثرات کو فروغ دے رہے تھے، اب اعلیحضرت بریلوی کو بھی سامنے رکھ لیا ہے۔ اہل سنت و جماعت کے لئے عجیب صورتِ حال بن رہی ہے۔ بے شمار عصری مسائل راستہ روک کر کھڑے ہیں جنھیں دور کرنے کے لئے مخلص حضرات کے قرطاس و قلم کی ضرورت ہے مگر کیا کیا جائے، ان کو ایسے فتنوں کی تردید سے فراغت نصیب نہیں ہوتی۔

ظاہر ہے ان فتنوں کی تردید بھی ان کے منصب تعلیم اور غیرتِ تحقیق میں شامل ہے، ورنہ قوم اپنے بزرگوں سے بدظن ہو کر ان کے فیضان کرم سے محروم ہو جائے گی۔ یہ اتنا بڑا نقصان ہے جس کا کوئی کفارہ نہیں۔ جب کہ دوسری طرف اغیار جدید موضوعات پر داد تحقیق دے رہے ہیں یا یوں کہئے کہ اس کی آڑ میں اپنے مخصوص نظریات کی اشاعت میں مصروف ہیں اور نئی نسل پر اپنی گرفت مضبوط کر رہے ہیں۔

ان حالات میں چند درد مند ہیں جو اپنی بساط کے مطابق ان فتنوں کے ساتھ برسر پیکار ہیں اور قوم کے قوائے عمل کو مجتمع کرنے میں کوشاں ہیں۔ ان عظیم لوگوں میں حضرت آسی کا بھی شمار ہوتا ہے۔ آپ کے قلم گوہر رقم سے نکلنے والی ہر تحریر اس بات کی شاہد عادل ہے

کلی کلی ہمیں حیرانیوں سے تکتی ہے
کہ پت جھڑوں میں صدائے بہار دی ہم نے

زیر نظر کتاب میں بھی یہی نظریہ کار فرما ہے۔ ہوا یوں کہ کچھ عرصہ قبل ہندوستان کے دو مشہور "رضوی مفتیوں" نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے بیان کردہ منصب قیومیت پر اعلیحضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کا سہارا لے کر کفر کا فتویٰ صادر کیا تو ان دونوں حضرات کی محبت و عقیدت سے سرشار لوگ تڑپ اٹھے۔ اس سلسلہ میں مختلف علماء کرام نے ایک دوسرے سے رابطہ کیا۔ ہندوستان سے بھی کچھ خطوط آئے، ایک خط دربار لاثانی کے وارث حضور پیر سید عابد حسین شاہ نقشۂ نقش لاثانی کو بھی موصول ہوا۔ چنانچہ آپ نے حضور امام ربانی کی تعلیمات پر ہونے والے حملے کے فوری تدارک پر زور دیا اور اس کے لئے حضرت آسی کا انتخاب فرمایا۔ حضرت آسی ان دونوں بزرگوں کو ملت اسلامیہ کا محسن تصور کرتے ہیں اور یہ سبق انہوں نے اپنے مرشد کامل حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی بارگاہ سے حاصل کیا ہے۔ لہٰذا آپ نے نہایت عمدہ انداز اور حسن، تدبر کے ساتھ اس فریضے کو سر انجام دیا ہے۔ تاریخی حقائق اور فکری مسائل بیان کرتے ہوئے کہیں بھی علمی عظمت تحقیقی رنگت، ذہنی متانت اور قلمی حرمت کو فراموش نہیں کیا۔ جس کا اندازہ آپ کتاب کے مطالعہ سے بخوبی لگا سکتے ہیں۔ حضرت آسی کا یہ مقصدِ حیات ہے کہ تمام بزرگان امت کا احترام کیا جائے۔ اسی کا آپ درس دیتے ہیں۔

احقر راقم الحروف نے ان کے فیضان درس کی بدولت حضور مجدد الف ثانی اور اعلیحضرت کی مشترکہ اقدار و عقائد پر تحقیق کی ہے۔ جس کو الحمد للہ اہل سنت کے علمی و فکری حلقوں میں پزیرائی نصیب ہوئی۔ اس پزیرائی نے میرے علم میں خوشگوار اضافہ ہوا

کہ قوم کی غالب اکثریت تمام بزرگوں کو متفق سمجھتی ہے اور ان کے ادب کو ایمان کا تقاضا گردانتی ہے۔ پس چند افراد ہیں جو سب کے جذبات واحساسات سے کھیل رہے ہیں ان کا محاسبہ اشد ضروری ہے۔

میں نے حضرت آسی کے جس مقصد حیات کا ذکر کیا ہے اس کی سچائی نے زیر نظر کتاب کے حرف حرف کو اپنے رنگ میں رنگ لیا ہے۔ میری تو کوئی حیثیت نہیں، حضرت آسی کے نامور شاگرد اُن کے اس مقصد کو نہایت تن دہی سے فروغ دے رہے ہیں، چنانچہ سیالکوٹ کے احباب نے حسب معمول مکتبہ نقش لاثانی کے تحت خصوصی کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور چند دنوں میں کتاب کو منظرِ عام پر لے آئے۔

اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی
ہم نے تو دل جلا کے سر عام رکھ دیا

کتاب کی کتابت واشاعت کو دیکھ کر اُن کے ذوق سلیم کو داد دینا پڑتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں بھی بزرگوں کی توجہ شامل ہے۔

اس کتاب کے بعد فیض مجسم حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی کا نہایت مدلل اور ایمان افروز مقالہ اسی موضوع پر چھپ رہا ہے، حضرت اویسی مثبت طرز فکر کے زبردست نقیب ہیں، انہوں نے یہ فرما کر اس موضوع پر قلم اُٹھایا ہے کہ ’’ان جھوٹے رضویوں کی خبر یہ سچا رضوی لے گا، اور انہوں نے واقعی اپنی بات کو سچ ثابت کر دکھایا۔ مذکورہ مقالے کی اشاعت بھی مکتبہ نقش لاثانی کی مرہون منت ہے، مولا کریم سب اہل اخلاص کے دلوں کو مسرور، نگاہوں کو پر نور اور کاوشوں کو مشکور فرمائے۔ آمین۔

غلام مصطفیٰ مجددی ایم۔اے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



بابِ اول

شانِ مجدِّدیت

شانِ مجدّدیت

حضور سید عالم نور مجسم ﷺ آخری نبی ورسول، قرآن پاک آخری الہامی کتاب اور امتِ مسلمہ آخری امت ہے آپ کی تشریف آوری کے بعد کسی نئے نبی ورسول کی آمد قطعی طور پر ناممکن ہے۔ اب تبلیغ وتذکیر کا فریضہ علمائے اسلام سے وابستہ ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے۔

عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ (دفتر اول مکتوب)

ترجمہ: میری امت کے علماء (تبلیغ وتذکیر میں) بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔ علمائے حق کی اس جماعت میں نام اور کام کے اعتبار سے سب سے نمایاں وہ گروہ ہے جسے مجددین کا لقب دیا گیا ہے۔ مجدد علم وعمل کی خصوصی صلاحیتوں سے بہرور ہوتا ہے اور اس کے منصبِ تجدید کا ظہور ہر نئی صدی کی ابتدا میں ہوتا ہے وہ دین میں پیدا ہونے والے نئے نئے فتنوں کا سدباب کرتا ہے اور شریعت وسنت کے چہرے سے ہر قسم کا گرد وغبار دور کر کے اسے اصلی صورت میں پیش کرتا ہے۔ حضور پر نور ﷺ فرماتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰی رَاْسِ کُلِّ مِائَةٍ مَنْ یُّجَدِّدُ لَهَا دِیْنَهَا (مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس امت کے واسطے ہر صدی کے آغاز پر ایک مجدد بھیجتا رہے گا جو اس کے لئے اس کا دین تازہ کرے گا۔

تاریخ اسلام اس بات پر شاہد ہے کہ واقعی اپنے اپنے دور میں حضرات مجددین نے یہی کچھ کیا ہے۔ یہ انہیں بزرگوں کی کاوش کا نتیجہ ہے کہ نئے نئے طوفانوں کے باوجود دین حق ہر بار نئی آب وتاب سے چمکتا دمکتا رہا۔ حضور پر نور ﷺ نے جن بہتر گمراہ فرقوں کے ظہور کی پیشگوئی فرمائی تھی، وہ بدعتی ٹولے پیدا ہوئے مگر کچھ عرصہ تک شور وغل برپا کر کے پھر ہمیشہ کی نیند سو گئے یا کچھ خاموش ہو گئے تو یہ انہیں وارثانِ انبیاءؑ کے نفسِ گرم کی تاثیر تھی۔ عشق کے یہ بندے مصلحت کیشیوں سے ہمیشہ بالاتر رہے انہوں نے باطل کی دوئی پسندی سے کبھی صلح نہیں کی اور کسی قیمت پر بھی دین حق کے روشن چہرے پر کوئی آنچ نہ آنے دی۔

اس سلسلے میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے تجدیدی کارنامے اس قدر نمایاں ہیں کہ تاریخ کا کوئی منصف مزاج طالب علم انکار کی جرأت نہیں کر سکتا۔ قادرِ کریم جل مجدہ نے آپ کے دائرہ فیض کو محض ایک سو سال تک محدود نہیں رکھا بلکہ دوسرے ہزار سال (الف ثانی) کی ابتدا میں جلوہ گر کر کے پورے دوسرے ہزار سال تک آپ کے دورِ تجدید کو پھیلا دیا۔ آپ کے پائے کا مجدد جسے مجدد الف ثالث کہا جائے گا۔ آج سے تقریباً چھ سو سال بعد اکیسویں صدی ہجری کی ابتدا میں ظاہر ہو گا۔ اس وقت تک سو سال والے نئے نئے مجدد آتے رہیں گے۔

حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ کی عظمتِ شان اور مجددانہ حیثیت کو سمجھنے کے لئے پہلے یہ نکتہ ذہن نشین کر لیں کہ مجدد کے ذمے کیا فرائض ہوتے ہیں

مشکوٰۃ شریف میں اس سلسلے کی دوسری حدیث شریف یوں ہے۔

یَحْمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ مِنْ کُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُهٗ یَنْفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِیْفَ

الغَالِیْنَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِیْنَ وَتَاوِیْلَ الْجَاھِلِیْنَ۔ (بحوالہ بیہقی)

ترجمہ :اس علم کو ہر پچھلی جماعت میں سے پرہیز گار لوگ اٹھاتے رہیں گے جو غلو والوں کی تبدیلیوں، باطل پرستوں کی کذب بیانیوں اور جاہلوں کے ہیر پھیر سے اُسے محفوظ رکھیں گے۔

اس حقیقت کا جائزہ لینے کے لئے کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اپنے مجددانہ فرائض کو کس حد تک نبھایا۔ اس دور کا ملکی و سیاسی اور مذہبی و اخلاقی نقشہ پیش کرنا نہایت مناسب دکھائی دیتا ہے۔ حضرت سیدنا داتا گنج بخش ہجویری قدس سرہ نے کشف المحجوب میں حضرت ابو بکر محمد بن الوراقؒ کا درج ذیل قول نقل فرمایا ہے۔

"لوگوں کے تین گروہ ہیں۔ علماء ،امراء ، فقرا ۔ علما تباہ ہو جائیں تو عمل شریعت ختم ہو جائے، امراء تباہ ہو جائیں تو معیشیت خلق برباد ہو جائے اور اگر فقرا مٹ جائیں تو لوگوں کے اخلاق نیست و نابود ہو جائیں۔ امراء و سلاطین کی تباہی ظلم و ستم سے ہوتی ہے، علما کی طمع سے اور فقرا کی ریا سے، امرا برباد نہ ہوں اگر وہ علما سے منہ نہ موڑیں۔ علما برباد نہ ہوں اگر وہ دولت کی تلاش نہ کریں۔ شاہوں کا ظلم و ستم بے علمی سے، علما کی طمع بد دیانتی سے اور فقرا کی ریاکاری، بے توکلی سے جنم لیتی ہے۔ بادشاہ بے علم، عالم بے پرہیز اور فقیر بے توکل شیطان کے قریب تر ہوتے ہیں۔ تمام دنیا کا فساد ان تین گروہوں کی وجہ سے ہے"۔

سیدنا حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے دور پر نگاہ ڈالیں تو ہر طرف ظلمت ہی ظلمت اور فساد ہی فساد نظر آتا ہے۔ کوئی ایک طبقہ بھی ایسا نہیں جو تباہی سے بچ گیا ہو۔ آپ کے عہد کا تجزیہ کر کے ان تین گروہوں کو آسانی سے پانچ ٹولوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

چنانچہ پروفیسر سید شبیر حسین شاہ صاحب بخاری مدظلہ اپنے مقالہ بعنوان حضرت مجدد الف ثانی اور دو قومی نظریہ میں فرماتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی نے محسوس کر لیا تھا کہ پانچ گروہ ایسے ہیں جنہوں نے عوام الناس کو گمراہیوں اور تباہیوں میں مبتلا کر رکھا ہے۔ یعنی ایک ارباب حکومت ، دوسرے علماء سو ، تیسرے ظاہر پرست صوفیا ، چوتھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تحقیر کرنے والے ،پانچویں آزاد خیال اہل علم و طالبانِ علم ۔ (نور اسلام ، مجدد الف ثانی نمبر)

اب ہم کچھ تفصیل سے ان پانچ گروہوں کی تباہ کاریوں اور ان کے مقابلے میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی کاوشوں کا حال عرض کرتے ہیں۔

۱۔ ارباب حکومت کی اسلام دشمنی : حضرت سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کو مغلیہ خاندان کے دو مطلق العنان بادشاہوں اکبر اور نور الدین جہانگیر سے پالا پڑا۔ اکبر کی تخت نشینی کو تقریباً نو سال ہو چکے تھے جب شیخ مجدد قدس سرہ کی ولادت باسعادت (۹۷۱ھ میں) ہوئی اور آپ کی عمر مبارک تقریباً تینتالیس سال تھی جب وہ (۱۰۱۴ھ میں) فوت ہوا۔ اس کے بعد جہانگیر کا دور شروع ہوا۔ حضرت شیخ مجدد الف ثانی قدس سرہ کے تقریباً بیس سال کا عرصہ اسی دور کے ساتھ متعلق ہے۔

جہاں تک اکبر کا تعلق ہے۔ وہ اوائل عمر میں اپنے آباؤ اجداد کی طرح اسلام کا شیدائی اور بزرگانِ دین کا بہت معتقد تھا۔ مگر دھیرے دھیرے درباری علما کی حرص و ہوس اور کردار دیکھ کر وہ بددل ہو تا گیا۔ پھر ملا مبارک اور اس کے ملحد بیٹوں ابوالفضل اور فیضی کی صحبت سے متاثر ہو کر وہ اسلام کا منکر بلکہ دشمن ہو گیا۔ اس نے اسلام اور شعائر

اسلام کو مٹانے کی کوشش ہی نہیں کی بلکہ ہندو مت ،بدھ مت ، جین مت ، عیسائیت ، مجوسیت اور دہریت سے مختلف اجزا لے کر ایک نیا دین ایجاد کیا جسے 'دینِ الٰہی' کہتا تھا۔ اس دین میں داخل ہونے کے لئے اس نے ایک 'محضر نامہ' تیار کرلیا تھا جس کو قبول کرنے والا چیلا کہلواتا تھا۔ ہر چیلے کو اقرار کرنا پڑتا تھا۔

(ترجمہ) میں فلاں بن فلاں ہوں۔ اپنی خواہش ور غبت اور قلبی شوق سے مجازی اور تقلیدی اسلام سے جس کے متعلق میں نے اپنے باپ دادا سے سنا اور اُنھیں اس پر عمل کرتے بھی دیکھا، بیزاری کا اعلان کرتا ہوں، نیز اخلاص کے چاروں مراتب ترکِ مال، ترکِ جان، ترکِ ناموس اور ترکِ دین کر کے اکبر کے دین الٰہی میں داخل ہوتا ہوں۔ (منتخب التواریخ از عبدالقادر بدایونی)

الفاظ سے بھی صاف ظاہر ہے کہ دین الٰہی کی ٹکر صرف اسلام سے تھی (جسے وہ دین محمدی ہی سمجھتا تھا)۔ اب اس نام نہاد (دین الٰہی) کے مزید خدوخال ملاحظہ فرمایئے اور سوچئے اسلام کو معاذ اللہ ختم کرنے کے لئے کیا کیا منصوبے بنائے گئے۔

کلمہ: اس دین کا کلمہ غیر طیب تھا ' لاالہ الا اللہ اکبر خلیفة اللہ عبادت کس کی : لا الہ الا اللہ میں اللہ کی توحید کا اقرار کرنے کے باوجود عملاً بلکہ فکراً بھی اس کے بہت سے معبود تھے۔ مثلاً سورج کی عبادت کے روزانہ چار وقت مقرر تھے اور اس کے ایک ہزار ناموں کا وظیفہ کیا جاتا، اسی طرح آگ، پانی، درخت بلکہ تمام مظاہر فطرت حتیٰ کہ گائے اور اس کے گوبر کی بھی عبادت کی جاتی۔ بادشاہ کو سجدہ کرنا بھی اکبر کے ' دین الٰہی ' کا جزو تھا۔

دیگر عقائد : قرآن پاک کو مخلوق اور وحی کو ناممکن کہا گیا۔ نبوت وامامت کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کئے گئے۔ جنوں، فرشتوں، غیبی طاقتوں معجزات و

کرامات کا انکار کیا گیا۔

اسلام کے بارے میں مزید تعصبات : اذان پر پابندی تھی۔ نماز روزہ اور دوسری عبادات کا کھلے عام مذاق اڑایا جاتا اور انھیں تقلیدات کہا جاتا (یعنی ایسی چیزیں جن کا معقولیت سے کوئی تعلق نہیں) جن ناموں میں حضور پر نور ﷺ کے اسمائے گرامی احمد، محمود اور احمد شامل ہوتے انہیں بدل دیا جاتا۔ سکوں پر کلمہ طیبہ کی بجائے رام اور سیتا کی مورتیاں بننے لگیں۔ نبی اکرم ﷺ سے عداوت وبغاوت کا اظہار اکبر ملعون کبھی کبھی خود بھی کرتا تھا۔ ارکانِ دین میں سے ہر رکن بلکہ ہر اصولی و فروعی، عقیدے مثلاً نبوت، دیدار الٰہی، مسئلہ کلام، انسان کا مکلف ہونا، حشر و نشر وغیرہ کے متعلق تمسخر کا انداز اختیار کر کے شکوک وشبہات پیدا کئے جاتے۔ بادشاہ نے شہزادہ مراد کو انجیل کا درس لینے کے لئے پادریوں کے سپرد کردیا۔ علاقہ گجرات کے آتش پرستوں سے راہ ورسم ہوئی تو شاہی محل کے اندر آتشکدہ بنایا گیا۔ نصاریٰ کی طرح ناقوس بھی بجایا جاتا۔ بادشاہ اور اس کے مقربین شمع اور چراغ کے روشن ہونے پر بھی قیام فرض سمجھتے تھے۔ شراب، سود، جوا، کتا، خنزیر بلکہ باقی درندے بھی حلال قرار دیئے گئے۔ جواریوں کو شاہی خزانے سے سودی قرضہ دے کر جوا کھیلنے کی ترغیب دی جاتی۔ کتے اور خنزیر کو دربارِ شاہی میں زیارت کے لئے رکھا جاتا۔ طلائی اور ریشمی کپڑے پہننا فرض ٹھہرایا گیا۔ بادشاہ اپنے بال تالو پر سے منڈواتا تھا۔ اور چاروں کناروں کے بال چھوڑ دیئے جاتے تھے۔ ڈاڑھی منڈوانے پر بہت زور دیا گیا۔ بادشاہ نے اپنے کانوں میں بالیاں بھی ڈال لی تھیں۔ غسل جنابت کو منسوخ کر دیا گیا۔ بلکہ اسے جماع سے پہلے زیادہ مناسب خیال کیا گیا۔ عربی پڑھنے کو عیب کہا گیا۔ فقہ، حدیث وتفسیر پڑھنے پر لعن طعن ہوتی۔ عربی سے 'ث' 'ح' 'ع' 'ص' 'ض' 'ط' 'ظ' نکال دیئے گئے

۔مثلا عبداللہ کو لبداللہ لکھا جاتا۔جو ہندو عورت اسلام قبول کرتی اُسے دوبارہ ہندوؤں کے سپرد کردیا جاتا۔نکاح سے پہلے مردوزن کا معائنہ کوتوالی میں ضروری تھا۔ ایک سے زیادہ عورتوں کے ساتھ نکاح ناجائز ٹھہرا۔ختنہ کرانے کی عمر بارہ سال کے بعد رکھی گئی۔ مُردے کو پانی میں ڈالنے یا درخت سے باندھنے اور اس کے پاوئں قبلہ رُخ رکھے جانے کا حکم ہوا اور بادشاہ خود بھی پاوئں قبلہ رخ کر کے سوتا تھا۔جوان عورتوں کو بے پردہ چلنے کا حکم دیا گیا اور بدکاری کے اڈے قائم کئے گئے۔

ملاقات کے وقت (السلامُ علیکم کہنے کے بجائے) ایک چیلا اللہ اکبر کہتا تو دوسرا جل جلالہ۔ ان چیلوں کو حکم تھا کہ اپنے کئے ہوئے شکار نہ کھائیں۔شعائر اسلام کے خلاف جو احکام تھے ۔ان کی پابندی کرانے کے لئے کوتوال اور صوبیدار مقرر تھے۔اُنہیں حکم تھا کہ چیلوں کو کسی کی وقات پر نیلے لباس کی جگہ سرخ لباس پہننے کی ترغیب دیں۔مخصوص دنوں میں لوگوں سے چاند سورج کی پوجا کراتے۔یہ حکم بھی نافذ ہوا کہ جو شخص جلاد کے ساتھ کھائے پئے اُس کے ہاتھ کاٹ دئے جائیں اور جو بات کرے اسکی انگلی (کاٹ دی جائے) حکومت کی اس مذہبی حمتِ عملی کے اثرات ہندوستانی معاشرے پر بھی پڑے۔چنانچہ حضرت شیخ مجدد الف ثانی قدس سرہ حضرت شیخ فرید بخاری کو لکھتے ہیں۔

"غربت اسلام اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ کفار کھل کر اسلام پر اعتراضات اور مسلمانوں کی مذمت کرتے پھرتے ہیں اور بے دھڑک احکامِ کفر کا اجراء اور کوچہ وبازار میں کفار کی مدح وثنا کرتے پھر رہے ہیں۔مسلمانوں کو اسلامی احکام جاری کرنے سے روک دیا گیا ہے۔احکامِ شرع بجالانے پر ان کی مذمت کی جاتی ہے اور ان پر طعن وتشنیع کی بوچھاڑ ہوتی ہے"۔ (دفتر اول مکتوب نمبر ۶۵)

میر نعمان بدخشی علیہ الرحمۃ کو لکھتے ہیں۔

"ہندوستان کے کافر بے دھڑک مسجدوں کو گرا رہے ہیں اور ان کی جگہ اپنے مندر تعمیر کر رہے ہیں۔ تھانیسر کے کروکشیتر حوض کے اندر ایک مسجد تھی اور کسی بزرگ کا مقبرہ۔انہیں گرا کر ایک بہت بڑا مندر بنا لیا گیا ہے۔علاوہ بریں کفار برملا کفر کی رسمیں ادا کرتے ہیں اور مسلمان اسلام کے احکام نافذ کرنے سے عاجز ہیں۔ایکادشی کے روز ہندوستان برت رکھتے ہیں اور پوری کوشش کرتے ہیں کہ اپنے شہروں میں بھی اس روز کوئی مسلمان نہ سربازار روٹی پکائے نہ فروخت کرے اور نہ سرِ عام کھائے پئے لیکن رمضان المبارک کے مہینے میں ہندو برملا کھاتے پکاتے ہیں اور بیچتے ہیں۔مگر کمزوری کے باعث انہیں کوئی مسلمان روک نہیں سکتا"۔ (دفتر دوم۔مکتوب ۱۲)

یہی حالات تھے کہ اکبر (بقول اورنگ زیب ' اکفر ') دنیا سے ۱۰۱۴ھ میں کوچ کر گیا۔ اب اسلام پسند امراء کی کوششوں سے جہانگیر تخت نشین ہونے میں کامیاب ہو گیا۔یہ اپنے باپ کی طرح ملحد و اسلام دشمن تو نہیں تھا۔البتہ کان کا کچا، عملاً فاسق وفاجر اور مذہباً سنی ہونے کے باوجود شیعہ لوگوں کے زیرِ اثر تھا۔اُس نے خود لکھا ہے۔

"دولت و پادشاہی من حالا در دست ایں سلسلہ است ، پدر دیوانِ کل۔پسر وکیل مطلق ، دختر ہمراز و مصاحب"۔

(تزک جہانگیری) ترجمہ : میری ساری حکومت ان لوگوں کے ہاتھ میں ہے (نور جہاں کا) باپ دیوانِ کل ، اُن کا بیٹا (نور جہاں کا بھائی آصف خان) وکیل مطلق اور بیٹی (خود نور جہاں) ہمراز وہم صحبت۔

اور ظاہر تو ہے یہ لوگ ہر قیمت پر اپنے مذہب کی ترویج واشاعت چاہتے تھے۔

علاوہ ازیں دور اکبری کی شرکیات وبدعات بھی پوری طرح سے ختم نہیں ہوئی تھیں۔ 'دین الٰہی' میں بادشاہ کو سجدہ کرنے کا جو حکم تھا، اب بھی اس پر عمل ہو رہا تھا۔ شیعہ حضرات کے علاوہ دربار میں ایسے لوگ بھی تھے۔ جنہیں زرومال اور جاہ و جلال کی حرص تھی۔ اس لئے اپنے مفادات کی راہ میں جسے بھی رکاوٹ خیال کرتے تھے، اس کے خلاف بادشاہ کے کان بھرنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں تھی۔ ہندوؤں کی شرکیہ رسمیں پورے ملک میں پھیلی ہوئی تھیں اور ابھی اسلام دشمنوں کی حوصلہ شکنی کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوئی تھی۔ نہ جزیہ نافذ ہوا اور نہ شہید شدہ مساجد کی تعمیر کا آغاز ہوا۔

شیخ مجدد حکومت کے مقابلے میں: حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ اکبر کی اسلام دشمنی سے سخت پریشان ہوئے۔ آپ دیکھ رہے تھے کہ ہندو، سکھ اور دوسرے کفریہ مذاہب خصوصاً نام نہاد 'دین الٰہی' کو شاہی سرپرستی حاصل تھی اور اس کے برعکس متاثر اسلام کو (معاذاللہ) مٹانے کے لئے پوری حکومتی مشینری سرگرم تھی۔ یہ وہ فضا تھی جس میں دربار اکبری کے بے حمیت و دنیا پرست علماو فضلا روزمرہ اپنی ڈاڑھیاں بادشاہ کے قدموں پر نثار کرتے تھے۔ مثلاً معز الملک اور قاضی محمد یعقوب علیہم الرحمۃ انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ حضرت سلیم چشتی کے صاحبزادے مولانا بدرالدین علیہا الرحمۃ ان حالات سے پریشان ہو کر حج پر روانہ ہو گئے اور واپس نہ آئے۔ اکبر جسے اسلام دشمنوں نے اکبر اعظم یا مغل اعظم قرار دے رکھا ہے اور اس کے عدل و انصاف کے ڈھنڈورے پیٹے جا رہے ہیں، اہل ایمان کے حق میں ایسا ظالم و جابر تھا کہ اپنے مخالفین کو اپنے ہاتھ سے زہر دیتا اور تڑپا تڑپا کر مار دیتا تھا۔ (اکبر جہانگیر اور مجدد الف ثانی از قاضی ظہور احمد اختر) اسی جبر و تشدد کا نتیجہ تھا کہ چار پانچ سالوں میں اسلام کا نام تک (بظاہر) مٹ گیا۔

مصلحت کیش علماء و صوفیہ کے برعکس اسلام پر صدق دل سے یقین رکھنے والے اہل علم و عرفان حضرات بھی موجود تھے۔ شیخ محقق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ بھی اسی گروہ مخلصین میں شامل تھے جو اس صورتِ حال سے پریشان تھے اور اپنی پریشانی کا اظہار بھی کبھی کھل کر اور کبھی دبی زبان میں کر دیتے تھے۔ اکثریت کو یہ جرات بھی نہ ہو سکی۔

اسلام کو بچانے کے لئے باقاعدہ منصوبہ بندی کا شرف جس عظیم انقلابی و روحانی شخصیت کو حاصل ہوا۔ وہ صرف حضرت سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی ذاتِ ستودہ صفات تھی۔ آپ نے تحصیل علم سے فراغت پاتے ہی عین عالم شباب میں حالات کا گہری نظر سے جائزہ لینا شروع کر دیا تھا۔ اسی زمانے میں ابوالفضل اور فیضی کو قریب سے دیکھ کر ان کے ناپاک ارادوں کو بھانپنے کا موقع ملا۔ وحی نبوت اور قرآن پاک کے بارے میں انہیں کے شیطانی وساوس کا ازالہ کرنے کے لئے آپ نے اثبات النبوۃ (یہ کتاب کراچی میں چھپ چکی ہے) جیسی لاجواب کتاب لکھی جو مصنف کی کم عمری کے باوجود علم کی وسعت، دلائل کی مضبوطی اور طرزِ تحریر کی شگفتگی کے اعتبار سے حیرت انگیز ہے۔ 'رسالہ تہلیلیہ' بھی اسی دور کی یادگار ہے اور اسی پس منظر میں لکھا گیا ہے۔

ان کے علاوہ آپ نے جاں نثاران اسلام اور شیدائیان سنت کا عظیم قافلہ تیار کرنے کی طرف توجہ دی۔ وہ قافلہ جس کی منزل مقصود اسلام کا ملکی سطح پر عملی نفاذ ہو۔ جو لوگ آپ نے تذکیر و تبلیغ کے میدان میں لا کھڑے کئے، وہ اسلامی تعلیمات خصوصاً سنت مقدسہ کی منہ بولتی تصویر تھے۔ یہ لوگ برعظیم کے طول و عرض میں پھیل گئے اور انہوں نے ہر کہیں اپنے قول و عمل سے اسلام کی عظمت کا لوہا منوالیا۔ آپ کے ہزاروں خلفا تھے اور لاکھوں مرید، ہر کوئی اپنے اپنے انداز میں دین متین کا خادم۔

تھا۔ دور اکبری میں اسلام کی عظمت و حقانیت کے خلاف جو شکوک و شبہات پھیلائے جارہے تھے، ان کا ازالہ اور دوسرے کتنے فتنوں کا سدِباب کرنے کے لئے آپ نے مکتوبات کا سلسلہ شروع کیا۔ وہ لوگ جنھیں اکبر کا قرب حاصل تھا اور ایوانِ حکومت میں جن کی آواز موثر تھی، اُن سے رابطہ قائم کیا اور اسلام کے دفاع کے لئے اُنہیں اپنا اثر و رسوخ استعمال کرنے کی ترغیب دی۔ حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ کے بے مثال خلوص اور لاجواب دردِ دل کا یہ نتیجہ تھا کہ کلیدی اسامیوں پر فائز بہت سی شخصیات مثلاً سید صدرِ جہاں، خانِ اعظم، خانِ خاناں شیخ فرید بخاری، خانِ جہان، مرزا داراب، قلیچ خاں علیہم الرحمۃ۔ آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوگئیں اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے اشارہ ابرو پر حفظِ دین کے لئے تن من دھن کی بازی لگانے پر تل گئیں۔

یہ حلقۂ اہلِ دل وسیع ہوتا گیا اور اسی دوران اکبر کا دنیائے فانی سے کوچ ہوگیا۔ زیادہ تر انہیں کی کوششوں سے جہانگیر مالکِ تخت و تاج ہوا۔ اب دربارِ شاہی میں مختلف مذاہب کا وہ جھمگھٹا تو نہیں تھا تاہم جو لوگ تھے وہ بھی اسلام سے زیادہ مخلص نہیں تھے۔ پھر شیعیت کا اژدھا دولت شاہی پر قابض تھا (جیسا کہ اوپر گزرا) مختلف افکار و اغراض کے لوگوں نے بادشاہ کے کان بھرنے شروع کر دیئے اور بظاہر سنی بن کر شیعہ حضرات کی خوشنودی کے لئے حضرت امام ربانی قدس سرہ کے خلاف پروپیگنڈا شروع کر دیا، کہ آپ خود کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھتے ہیں چنانچہ آپ کو دربار شاہی میں پیش کر دیا گیا۔ آپ نے اس عقیدے سے بیزاری کا اظہار فرما کر بادشاہ کو مطمئن اور دشمنوں کو لاجواب کر دیا۔ دشمنوں کی یہ چال ناکام ہوئی تو انہوں نے بادشاہ کو سجدہ تعظیمی نہ کرنے کو بہانہ بنا کر یہ تاثر دیا کہ یہ شخص مغرور ہے اور حکومت پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ جہانگیر

پھر باتوں میں آگیا اور اس نے آپ کو قلعہ گوالیار میں قید کر دیا۔ بادشاہ کے دربار میں جانے سے پہلے شہزادہ شاہجہاں اور بعض دوسرے مخلص علماء نے جان بچانے کے لئے سجدہ تعظیمی کی رخصت و اجازت کا حوالہ دیا تھا مگر آپ تو جان کی بجائے دین بچانے کی فکر میں تھے چنانچہ اس استقامت نے بہت سے لوگوں کی ڈھارس بندھائی اور شریعت پر عمل کرنے میں دلیر ہوگئے۔ قید کے دوران آپ کی حویلی سرائے چاہ باغ کتابیں اور دوسری تمام اشیاء لوٹ لی گئیں۔ مگر آپ اللہ کی رضا پر راضی رہے بلکہ اسے اپنے حق میں بہتر سمجھتے تھے اور دوسرں کو بھی راضی بر ضا اور بے مدعا ہونے کی تلقین فرماتے رہے۔ قید کے دوران آپ کی تبلیغ سے ہزاروں قیدی حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور یوں اسلام کو مزید تقویت حاصل ہوئی۔

دو سال بعد جہانگیر کو حضور پر نور ﷺ نے خواب میں تشریف لا کر تنبیہہ فرمائی اور اس نے آپ کو رہا کر دیا۔ مگر پھر آپ کچھ عرصہ لشکر شاہی میں رہے۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ جہانگیر کو آپ کی صحبت نصیب ہوئی۔ اس کے خدشات دور ہو گئے بلکہ وہ حلقہ ارادت میں شامل ہو گیا۔ چنانچہ آپ کے ارشادات کی روشنی میں

۱۔ سجدہ تعظیمی بالکل ختم ہو گیا۔

۲۔ گائے کے ذبح سے پابندی اٹھائی گئی اور اس کا گوشت سربازار فروخت ہونے لگا۔

۳۔ بادشاہ اور ارکان سلطنت نے ایک ایک گائے دربار عام کے دروازے پر اپنے اپنے ہاتھ سے ذبح کی اور کباب تیار کر کے کھائے۔

۴۔ تمام شہید شدہ مساجد کو دوبارہ تعمیر کیا گیا۔

۵۔ دربارِ عام کے قریب ایک خوشنما مسجد تعمیر ہوئی اس میں بادشاہ و امرا

سب نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی اقتدا میں نماز ادا کی۔

۶۔ ہر شہر اور قصبے میں دینی تعلیم کے لئے مکتب اور مدرسے قائم کئے گئے۔

۷۔ ہر شہر میں محتسب مفتی اور قاضی مقرر ہوئے۔

۸۔ کفار پر جزیہ نافذ ہوا۔

۹۔ تمام خلاف شرع قوانین یک قلم منسوخ ہوئے۔

۱۰۔ جملہ بدعات اور رسوم جاہلیت بالکل ختم کر دی گئیں۔

اللہ اکبر! یہ ہے وہ عظیم و بے مثال انقلاب جو ایک مردِ درویش نے کسی لشکر کے سہارے یا دولت کی فراوانی سے برپا نہیں بلکہ حضور پر نور شافع یوم النشور علیہ الصلوۃ والسلام کے عشق کی جوت عوام و خواص کے دلوں میں جگا کر برپا کیا۔ خصوصاً دور اکبری تو گویا ظلمات ہی کا دور تھا۔ دین الٰہی کے اجرا کے بعد تو (معاذ اللہ) چار پانچ سالوں کے اندر اندر اسلام کا نام بظاہر مٹا دیا گیا تھا۔ اور اب مندرجہ بالا شقیں پھر دیکھئے۔ گویا ہر طرف اسلام کا نور چھا گیا یہ دورِ جہانگیر تھا۔ اس کے بعد شہزادہ خرم شاہجہان کے لقب سے سریر آرائے سلطنت ہوا اور وہ بدلے ہوئے جہانگیر سے بھی بہت آگے تھا۔ پھر اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمتہ کا دورِ حکومت تو گلشن اسلام کے لئے فصل بہار تھا۔ اس نے حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ کے لخت جگر اور سجادہ نشین قیوم ثانی عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ خواجگاں محمد معصوم قدس سرہ کے دستِ حق پرست پر توبہ (بیعت) کی اور اپنے پیر زادے حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہ جو اسکی التجا پر اسی کے پاس قیام پذیر تھے، کی ہدایات کے مطابق نظام حکومت و سیاست سے ہر اس شق کو ختم کر دیا جو دستورِ کتاب و سنت کے خلاف تھی۔ یہی اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمتہ تھے جنہوں نے برصغیر

کے پانچ سو علماء سے فتاوٰی عالمگیری مرتب کرلیا۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ اور آپ کے ساتھیوں کا سفر جس منزل کی طرف شروع ہوا تھا وہ دراصل یہی تھی۔

وہ لوگ جو چند تعصبات و تصورات دل میں جما لیتے ہیں اور پھر اس طرح ان سے چمٹے ہوئے ہیں کہ کسی اعلیٰ تحقیق کی روشنی میں بھی اپنے مرغوبات سے دستبردار نہیں ہونا چاہتے ان سے کسی انصاف کی کوئی توقع نہیں اور نہ ہم ان سے مخاطب ہیں۔ ہاں ایسے منصف مزاج حضرات جنہیں قبول حق میں کوئی ردوکد نہیں ہوتی غیر جانبداری سے حالات کا جائزہ لے کر بتائیں کہ اگر حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ اسلام کی حفاظت کے لئے سر دھڑ کی بازی نہ لگاتے اور دین حق کو بچانے کے لئے دن رات ایک نہ کر دیتے تو آج برصغیر کا کیا نقشہ ہوتا۔ آپ کے علاوہ بھی کسی اور نے اسلام کی حمایت میں اتنے موثر طریقے سے آواز اٹھائی اور کیا کسی کی قربانیاں بھی انداز حکومت کو اس حد تک اسلامیانے میں رنگ لائیں۔ وہ کون تھا جس نے کارکنان حکومت کو اپنا ہمسفر اور ہمصفیر بنایا۔ وہ کون تھا جس نے ببانگ دہل اسلام کی برتری کا اور کفر کی ذلت کا اعلان کیا۔ وہ کون تھا جس نے جابر سلطان کے سامنے کلمۂ حق ادا کر کے بہترین جہاد کیا اور وہ کون تھا جس نے دبدبہ جہانگیری کی پروا نہ کرتے ہوئے دو ٹوک انداز میں سجدہ تعظیمی سے انکار کیا۔ وہ کون تھا جس کو محض غیر اللہ کے حضور گردن نہ جھکانے پر گرفتار کیا گیا۔ اور قید و بند کی صعوبتوں سے دوچار کیا گیا۔ وہ کون تھا جس کے اہل خانہ کو پریشان کر کے وطن چھوڑنے پر مجبور کیا گیا۔ اور جس کے کتبخانے کو آگ لگا کر حویلی اور باغات کو لوٹ لیا گیا۔ نیز ان تمام آلام و مصائب کے باوجود جس کے پائے استقلال میں کوئی لغزش نہ آئی اور جو ہر مرحلے پر راضی برضا رہا۔

علماءِ سُو: سیدنا حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے دور میں حکومت کی

اسلام دشمنی کی کچھ تفصیل آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ آیئے اب اُن علماءِ سو کی فتنہ انگیزی کا بھی مطالعہ کریں۔ جو حرص وہوا کے پیکر تھے اور جنہوں نے علم دین کو بھی حصولِ دنیا کے لئے وقف کر دیا تھا۔ حقیقت یہ ہے اکبر کی بے راہ روی کا بہت بڑا سبب بھی یہی دنیا پرست علما تھے۔ تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ اکبر ابتداء میں اپنے آباؤاجداد کی طرح اسلام کا شیدائی تھا۔ اولیاء کرام کے ساتھ اُسے گہری عقیدت تھی۔ سفر و حضر میں نمازِ پنجگانہ پابندی سے باجماعت ادا کرتا تھا بلکہ اذان بھی کبھی کبھی خود دیتا تھا اور کبھی امامت بھی خود کرتا تھا۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا تو کوسوں پیدل چلتا۔ حضرت سلیم چشتی علیہ الرحمۃ سے خصوصی عقیدت تھی۔ انھیں سے قرب کی خاطر اس نے فتح پور سیکری کو دارالحکومت بنایا تھا۔ علماء مشائخ کا ازحد مودب تھا۔ اُن کی صحبت میں شریک ہوتا، اُن کی جوتیاں سیدھی کرتا اور ان کی سفارش پر بڑے بڑے باغیوں کو معاف کر دیتا تھا۔ صوم و صلوۃ کی پابندی کے ساتھ ساتھ اسے احکام شرعی کے نفاذ سے خصوصی دلچسپی تھی اور اسی مقصد کے لئے مختلف شہروں اور علاقوں میں مفتیوں اور قاضیوں کا تقرر کرتا تھا۔ اکبر نے حج نہیں کیا مگر اسے حج کا بہت شوق تھا۔ حج کے لئے قافلہ روانہ ہوا تو تھوڑی دور تک اس کے ساتھ ساتھ چل کر لبیك اللهم لبیك کی صدائیں بلند کرتا رہتا۔ اُس نے بہت سے لوگوں کو حج کرائے اور ہر سال حاجیوں کا ایک امیر مقرر کرتا نیز مکہ و مدینہ کے لئے قیمتی تحائف بھیجا کرتا۔

اسلام کا ایسا نیاز مند سپاہی ہونے کے بعد پھر وہ اسلام سے دور، منحرف، باغی اور دشمن ہو گیا تو کیوں؟ اپنے دربار کے علماءِ سو کا گھناؤنا کردار دیکھ کر۔ کہتے ہیں کہ اسلام کی تعلیمات میں درک حاصل کرنے کے لئے اس نے ایک سو سے زائد علما کو دربار میں بڑی

عزت و احترام سے رکھا ہوا تھا جن کے علمی مذاکرت اور بحث مباحثے ہوتے رہتے تھے۔ یہ لوگ اسلام کی عظمت کی بجائے اپنی عظمت کی دھاک بٹھانا چاہتے۔ لہذا ایک دوسرے کے مقابلے میں اپنی علمی برتری منوانے کی فکر میں رہتے تھے ان مذہبی مباحثوں اور علمی موشگافیوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ اکبر گومگو کا شکار ہو گیا۔ آہستہ آہستہ وہ انھیں سے بدظن نہیں ہوا۔ بلکہ سلف صالحین سے بھی اس کی عقیدت کمزور ہوتی گئی۔ اس صورت حال سے ماا مبارک اور اس کے دنوں بیٹے ابوالفضل اور فیضی جیسے ملحدین جوان علماءِ سو کے پہلے ہی ڈسے ہوئے تھے، انتقام پر اتر آئے۔ اُنھوں نے انھیں (علماءِ سو) اپنے نشانے کی زد پر نہیں رکھا ۔بلکہ مکمل شیطان بن کر اسلام ہی کے خلاف محاذ آرائی شروع کر دی۔

یہ جوں جوں بادشاہ کے قریب ہوتے گئے، بادشاہ دین سے دور ہوتا گیا حتی کہ اُسے اسلام سے چڑ ہو گئی۔ جس کی وجہ سے وہ اس کا نام و نشاں تک (معاذاللہ) مٹانے پر تل گیا۔ چنانچہ اس کا دربار مختلف مذاہب کے نمائندوں کا مہمان خانہ بن گیا۔ اکبر ایک کی بات سنتا۔ اُس سے اثر لیتا اور اپنے فکر و عمل کے سانچے میں اُسے ڈھال لیتا۔ ہاں ایک اسلام تھا جس کی کوئی شق بھی اُسے برداشت نہیں تھی۔ (جیسا کہ اوپر گزرا)

علماءِ سو کے بحث مباحثے ہی اکبر کی بیدینی کا سبب نہیں بنے بلکہ ان کی پستی کردار، طمع مال اور حب دنیا سے بھی اُس کا دل کھٹا ہوا۔ جہاں اس قسم کے لوگ اسلام کی نمائندگی کرنے والے ہوں گے۔ وہاں حق کا جو نقشہ دلوں میں جمے گا، کون اس سے بے خبر ہے۔ دنیا پرست علما ہیں جن کے بارے میں کائنات کے معلم اعظم ﷺ نے فرمایا ہے۔

مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُجَارِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ أَوْ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ
أَوْ يَصْرِفَ بِهِ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ أَدْخَلَهُ النَّارَ (ترمذی، ابن ماجہ)

ترجمہ: جو علما کا مقابلہ یا جہلا سے جھگڑا یا لوگوں کی توجہ اپنی طرف کرنے کے لئے علم طلب کرے، سوا سے اللہ آگ میں داخل کرے گا۔ مشکوۃ شریف (کتاب العلم) میں اسی سے متصل فرمان نبوی یوں ہے۔

مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا يُبْتَغٰى بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ لَا يَتَعَلَّمُهٗ اِلَّا لِيُصِيْبَ بِهٖ عَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَعْنِيْ رِيْحَهَا (احمد، ابوداود، ابن ماجہ) ترجمہ: جو کوئی وہ علم جس سے اللہ کی رضا ڈھونڈی جا سکتی ہو۔ صرف اس لئے سیکھے کہ اس سے متاعِ دنیوی حاصل کرے۔ قیامت کے دن جنت کی بو تک نہیں پائے گا۔

اسی کتاب العلم کی ایک اور روایت ملاحظہ فرمائیں۔

اِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ لِكَعْبٍ مَنْ اَرْبَابُ الْعِلْمِ قَالَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ بِمَا يَعْلَمُوْنَ قَالَ فَمَنْ اَخْرَجَ الْعِلْمَ مِنْ قُلُوْبِ الْعُلَمَاءِ قَالَ الطَّمَعُ (دارمی) ترجمہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت کعبؓ سے پوچھا (اہل علم کون ہیں؟ عرض کیا جو اپنے علم پر عمل کرتے ہیں، پوچھا 'علما کے دل سے کس چیز نے علم نکالا' عرض کیا 'لالچ نے'۔

یہ ہے اسلام کے نزدیک حصول علم کا اصل مقصد یعنی اللہ کی رضا کے لئے دین حق کی سربلندی اور اشاعت کی کوشش مگر دنیا پرست علماء اس علم سے دنیا کماتے ہیں اور نتیجتاً خود ہی نہیں ڈوبتے، پوری قوم کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔ چنانچہ جن درباری علماء کے لالچ نے اکبر کو اسلام سے بدظن کیا۔ ان میں سے ایک مخدوم الملک تھا جس کے بارے میں ملا عبدالقادر بدایونی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

چنداں خزائن او پدیر گشت که قفل او رابه کلید وہم نتواں کشاد، از آنجمله چند صندوقِ طلا را از گور خانه مخدوم الملک که به بہانه اموات دفن کرده بود ظاہر شد (منتخب التواریخ ص ۳۱۱)

ترجمہ (تحقیق وتفتیش کے بعد) اس (کی دولت) کے اتنے خزانے ظاہر ہوئے کہ وہم کی کنجی سے بھی ان کے تالے نہیں کھل سکتے تھے۔ چنانچہ مخدوم الملک کے قبرستان سے سونے کے بھرے ہوئے ایسے صندوق بھی ملے جنہیں اس نے مردے ظاہر کر کے دفن کیا ہوا تھا۔

اسی مورخ نے ایک دوسرے عالم کے بارے میں بتایا کہ اس نے رشوت کا بازار گرم کر رکھا تھا اور لوگ اسی کو نہیں بلکہ اس کے وکیلوں، فراشوں دربانوں سائیسوں اور خاکروبوں تک کو اپنے کام کرانے کے لئے رشوتیں دیا کرتے تھے۔

حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ اس قسم کے نام نہاد علماء کو ملت اسلام کے زوال کا بہت بڑا سبب سمجھتے تھے۔ اس لئے ان سے مکمل بیزاری کا اظہار اور ان کے خلاف قلمی جہاد فرماتے رہے چنانچہ حاجی محمد لاہوری علیہ الرحمہ (جو بہت بڑے عالم اور آپ کے مخلص مرید تھے) کو لکھتے ہیں۔

علماء کے چہرے پر دنیا کی محبت ایک سیاہ داغ ہے ایسے دنیا پرست علما سے اگر لوگوں کو فائدہ پہنچ جائے نیز ان سے شریعت کی تائید اور مذہب کی تقویت ہی کیوں نہ ہو جائے، خود ان کے لئے علم مفید نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فاجروں سے بھی اس دین کی تائید کرا لیتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ۔

ترجمہ بیشک اللہ اس دین کی مدد مرد فاجر سے بھی کرائے گا۔

ایسے علماء سنگ پارس کی طرح ہیں کہ اس سے تابنا یا لوہار گڑ کھا کر سونا بن جاتا ہے مگر وہ خود پتھر کا پتھر رہتا ہے۔ یہی حال اس آگ کا ہے جو پتھر اور بانس میں پوشیدہ ہے کہ لوگ تو اس سے فائدہ اٹھالیتے ہیں مگر پتھر اور بانس اس سے محروم رہتے ہیں۔ بلکہ میں تو یہ بھی کہتا ہوں کہ ایسے علماء کے لئے ان کا علم نقصان دہ ہے۔ کیونکہ ان پر علم حجت ہو گا۔ حدیث پاک میں ہے۔

اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَاباً یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عَالِمٌ لَمْ یَنْفَعْہُ اللہُ بِعِلْمِہٖ

ترجمہ بیشک قیامت کے دن سب سے سخت عذاب اس عالم کو ہو گا جس کے علم سے اللہ نے اسے نفع نہیں پہنچایا

تدریس وافتا اس وقت مفید ہے جب خالص اللہ کی رضا کے لئے ہو، جاہ وریاست کی محبت اور مال ورفعت کے حصول (کی نیت) سے بالکل خالی ہو۔ (دفتر ا مکتوب ۳۳)

جہانگیر نے حضرت سیدنا مجدد الف ثانی کے ایک مخلص مرید جناب شیخ فرید بخاری علیہ الرحمۃ کو چار دیندار علماء مہیا کرنے کے لئے کہا تا کہ ان کے علم سے فائدہ اٹھا کر غیر اسلامی رسومات بند کر دی جائیں۔ اس پر تبصرہ فرماتے ہوئے آپ شیخ بخاری کو لکھتے ہیں (اور یہ دفتر اول کا مکتوب نمبر ۲۶۳ ہے)

"یہ سننے میں آئی ہے کہ سلطان اسلام نے اپنے حسن فطرت کے سبب جو اُن کی طبیعت میں داخل ہے آپ کو فرمایا ہے کہ چار متدین علما مہیا کریں جو شاہی دربار میں شرعی مسائل بیان کرتے رہا کریں۔ تا کہ شریعت کے خلاف کوئی عمل سرزد نہ ہو۔ الحمد للہ وسبحان اللہ۔ مسلمانوں کے لئے اس سے اچھی بشارت کونسی ہو گی اور رنج وغم میں ڈوبے ہوئے

لوگوں کے لئے اس سے اچھی کیا خوشخبری ہو گی۔ یہ فقیر چونکہ اسی کا بارہا اظہار کر چکا ہے۔ بقدر ضرورت اب بھی کہنے سننے میں کوتاہی نہیں کرے گا۔ امید ہے بار خاطر نہیں ہو گا۔ غرض مند دیوانہ ہوتا ہے۔ عرض یہ ہے کہ دیندار علما بہت ہی کم ہیں وہ جنہیں مرتبے اور حکومت کی خواہش نہ ہو اور نفاذ شریعت اور تائید ملت کے سوا کچھ مقصود نہ ہو۔ اگر حب جاہ ہو گی تو ان (چاروں) میں ہر ایک بات بات میں اپنا الگ پہلو اختیار کرے گا۔ اپنی فضیلت کا اظہار کرے گا۔ اختلافی گفتگو کرے گا اور یوں بادشاہ کے زیادہ قریب ہونے کی کوشش کرے گا۔ اس صورت حال میں دین کا معاملہ بگڑ جائے گا۔ گذشتہ (اکبری) زمانے میں مولویوں کے اختلافات نے ایک جہان کو پریشان کر کے رکھ دیا تھا۔ ایسا ہی اب بھی ہوا تو دین کی ترویج کیونکر ہو گی۔ اس سے تو (بجائے تبلیغ) تخریب دین ہو گی **والعیاذ باللہ سبحانہ من ذلک و من فتنہ العلما السوء** (اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس سے بچائے اور علمائے سو کے فتنے سے محفوظ رکھے لہٰذا اس مقصد کے لئے اگر ایک ہی عالم دین کا انتخاب کر لیا جائے تو بہتر نظر آتا ہے۔ اگر علمائے آخرت میں سے مل جائے تو بڑی خوش قسمتی ہے کیونکہ اس کی صحبت اکسیر ہو گی اور (ایسا عالم) میسر نہ آسکے تو خوب تحقیق کے بعد جو بھی بہترین ملے اسے قبول کر لیں۔ **یدرک کلہ لا یترک کلہ** (یعنی اپنے معیار کے بالکل مطابق کوئی چیز بھی نہ ہونے سے تو جیسی ملے بہتر ہے) اسی مکتوب گرامی کا باقی حصہ آپ کے درد دل اور اضطراب کا بہترین آئینہ دار ہے۔ فرماتے ہیں

"سمجھ نہیں آتی کہ کیا لکھوں۔ جیسے خلائق کا فائدہ علما کے وجود سے وابستہ ہے یونہی دنیا کا نقصان بھی انہیں سے متعلق ہے۔ بہترین عالم بہترین خلائق ہے اور بدترین عالم مخلوق میں بدترین ہے۔ لوگوں کی ہدایت اور گمراہی انہیں سے وابستہ ہے۔ ایک بزرگ

نے ابلیس لعین کو دیکھا کہ فارغ وبیکار بیٹھا ہوا ہے تو (اس سے) اس کا راز پوچھا۔ بولا آج کل کے علماء ہمارا کام کر رہے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے کافی ہیں"

حضرت مجدد کا علماءِ سو کے خلاف محاذ: ذرا غور فرمایئے، جہانگیر اپنے خیال میں بڑے خلوص سے قوانین شریعت نافذ کرنے کے لئے چار عدد علماء کرام کو تلاش کرنے کا حکم دیتا ہے۔ جو دن رات دربارِ شاہی میں رہ کر رہنمائی کریں۔ آخر کیوں؟ اس لئے کہ اسے تخت نشینی کے مسئلے پر اُس کی حمایت کرنے والے دیندار امرا نے اسی شرط پر اسی کی حمایت کی تھی اور وہ با قاعدہ ان سے نفاذ شریعت کا وعدہ بھی کر چکا تھا۔ یہ غیر تمند امرا کون تھے، حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مرید ومعتقد، کتنا مضبوط حیران کن اور بابرکت اقدام تھا اس مردِ قلندر کا جو مقربانِ شاہی کو اندر ہی اندر مقربانِ الٰہی بناتا رہا اور جس کی تقریر و تحریر کے فیض سے دنیا پرست اغنیا خدا پرست اولیا بنتے رہے۔ حضرت شیخ فرید بخاری قدس سرہ بھی اسی زمرہ لا یحزنون میں شامل تھے جو بظاہر گورنر اور مقربِ سلطان ہونے کے باوجود دربار شاہی میں حضرت شیخ مجددؒ کے نمائندے تھے۔ بادشاہ جہانگیر نے انہیں کو اس انتخاب علما کا حکم دیا اور پھر یہ بات بارگاہ مجدد میں پہنچ گئی آپ نے اس خبر پر مسرت کا اظہار فرمایا (کہ بادشاہ کو یہ نیک خیال سوجھا ہے) مگر ساتھ ہی اس تجویز کا نقصان بھی واضح کر دیا۔ (اس نقصان کو نہ بادشاہ سوچ سکا اور نہ نیک دل شیخ فرید۔ فراست مومنانہ کے پیکر حضرت مجدد فوراً تاڑ گئے کہ بادشاہ کے خلوص کے باوجود چار کا ٹولا پھر قوم ومذہب کو اسی صورت حال سے دوچار کر دے گا جس سے اکبر کے زمانے میں سو کے ٹولے نے کیا تھا۔ اور جو اکبر کے ایمان کی تباہی کا سبب بنی تھی۔ گویا یوں نفاذ اسلام کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ سیدنا مجدد الف ثانیؒ نے جہاں شریعت کی عظمت وضرورت کے گیت گائے، وہیں شریعت کو نقصان پہنچانے والوں کی پہچان کرا دی اور ساتھ ہی ایسے مخلص اور خدا پرست علمائے حق کی کھیپ بھی تیار کر دی جنہیں علماء آخرت بھی کہا جاتا ہے۔ جنہیں متاع دنیا کی بجائے فلاح عقبیٰ عزیز ہوتی ہے اور جن کی زندگی وموت رضائے خدا اور سول ﷺ کے لئے وقف ہوتی ہے اس قسم کے لوگ آپ نے اپنے مدرسے ہی میں سالہا سال کی محنت سے تیار نہیں کئے بلکہ اپنے کمال سیرت جمال للّٰہیت، توجہ، تصرف اور فیضان نظر سے بھی دلوں میں انقلاب برپا کیا۔ حضرت کی ایک ایک ادا سنت مطہرہ سے معطر تھی۔ جو سامنے آتا یہ خوشبو اس کے مشامِ جان تک اتر جاتی۔ آپ کا ایک ایک قدم جادۂ عشق پر اٹھ رہا تھا، جو بھی اس مستی خرام کو دیکھ پاتا۔ مست ہو جاتا۔ آپ نے علم کو عمل کو اخلاص کا اور اخلاص کو کیف کا لباس پہنایا۔ حق یہ ہے کہ آپ کی چند سالہ مساعی سے علماء سو کا بازار سرد ہو گیا۔ اور علماء حق نے قرآنی تعلیمات کی علمی تفسیر بن کر ظلمتوں کے دیس کو ایسی تابشوں سے نوازا کہ مہر وماہ بھی اس کے ذروں پہ رشک کرنے لگے

بالیقیں حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ کے منصب تجدید کا یہ پہلو بھی بہت واضح ہے کہ آپ کی برکت سے صرف بر عظیم نہیں دوسرے اسلامی ممالک میں بھی اسلام کا درد اور ایمان کی تڑپ رکھنے والے علما کے موثر گروہ پیدا ہوئے جنہوں نے کفر وبدعت اور فسق وفجور کے خلاف جہاد کر کے دین حق کی بالادستی کا علم بلند کیا۔ شیخ مجددؒ کے مستانوں نے بڑے بڑے بادشاہوں کے دلوں کو فتح کیا اور ان کے فکر وعمل کے قلعوں پر اسلام کا پرچم گاڑ دیا۔ آپ کے مجددانہ انقلاب کی تکمیل آپ کے جانشین قیوم زمانی حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے عہد مبارک میں ہوئی۔ چنانچہ متعدد ملکوں کے بادشاہ آپ کے

دست حق پرست پر بیعت ہوئے جن میں حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ بادشاہِ ہند بھی شامل تھے۔ کتنا عظیم انقلاب تھا۔ جس نے فقیروں کو کشورِ دل کا شہنشاہ بنایا۔ اور شہنشاہوں کو خدا کے دروازے کا فقیر بنادیا۔ ان میں ایسے شہنشاہ بھی شامل تھے جنہوں نے تاج و تخت پر دربار مجددی کی خدمت کو ترجیح دی اور یہیں کی خاک میں آسودہ خواب ہوئے۔ کتنا حسین آغاز تھا کہ ایک مرد قلندر دین حق کی بقا و سالمیت کے لئے اپنے دور کے ایک ایک بادشاہ کو مجبور نگاہ کرنا چاہتا ہے۔ اور عقل ظاہر بیں اسے ناممکن تصور کرتی ہے پھر یہ کیسا حسین انجام نکلا کہ پوری دنیا کے متعدد ملک اسلام کے نور سے منور ہو رہے ہیں اور شرک و بدعت کے بادل دور دور تک چھٹتے جارہے ہیں

صوفیۂ خام: کشف المحجوب کے حوالے سے!

آپ حضرت محمد بن المورقؒ کا ارشاد ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ بادشاہ جاہل علما لالچی اور فقرا ریاکار ہوں تو بڑی تباہی آتی ہے۔ اوپر کی سطور میں اکبر کی جہالت اور علما کی طمع نیز ان سے پھیلی ہوئی تباہی کا حال آپ دیکھ چکے ہیں۔ اب آئیے ان نام نہاد فقیروں اور صوفیوں کی ریاکاری اور اس کے اثرات کا مطالعہ کریں جو علانیہ اہل معرفت کا ریاکار ہونا ضروری سمجھتے تھے۔ یہ لوگ شریعت کی پابندی کو ناروا جانتے اور اپنی اس بغاوت کو طریقت و حقیقت کا نام د یتے تھے ان کے نزدیک تصوف عبادات میں خلوص و خشوع و خضوع پیدا کرنے کے لئے نہیں تھا بلکہ احوال و مواجید میں کھو کر آئین مصطفوی ﷺ سے آزاد ہونے کے لئے تھا نفس پرست صوفیہ میں ایسے لوگ بھی شامل تھے جو حلول و اتحاد کے قائل تھے اور خود ہندوؤں کے تصورات کے مطابق گویا، اوتار بن کر ہر قسم کے قانون سے بالاتر ہو چکے تھے۔ انھیں لوگوں نے اکبر کو باور کرایا تھا کہ کافر ہمیشہ دوزخ میں نہ رہیں گے یہ وہ گمراہ لوگ تھے جنہوں

نے 'وحدت الوجود' کی غلط تعبیر کر کے اسے 'وحدت ادیان' بنادیا تھا۔ اور انھیں لوگوں نے انسان کامل کا جدید تصور پیش کر کے اسے خلیفہ وقت قرار دیا اور اکبر کو اس مسند پر بٹھا دیا۔

اسی قسم کے بد نصیب 'صوفی' کتاب و سنت سے ناتا توڑ کر دوسرے مذاہب کی کتابوں کو جند جاں بنائے تھے اور مسلمانوں کو ان سے معاذ اللہ فیضیاب کرنے کے لئے ان کے فارسی میں ترجمے کر رہے تھے، بعض وہ تھے جو بالکل ہندوؤں کی شکل و صورت اپنا کر ان کے سنیاسیوں کی شاگردی کا 'شرف' حاصل کر رہے تھے۔

حضرت شیخ مجدد کا انداز تجدید: حضرت سیدنا مجدد الف چانی قدس سرہ نے اس میدان میں بھی زبردست کارنامے سرانجام دیئے۔ آپ نے علمائے حق اور صوفیہ باصفا کے گروہ تیار کر کے بھی جھوٹے اور کم نظر صوفیوں کے پھیلائے ہوئے وسوسوں کا رد کیا اور مکتوبات شریفہ کے ذریعے بھی اسلامی تصوف کے خدوخال واضح کئے۔ آپ نے شریعت و طریقت کو یکجان قرار دیا اور ان کے حدود کا تعین کیا۔ آپ کے نزدیک تجلیات و مشاہدات جو شریعت کے خلاف ہوں، کوئی وقعت نہیں رکھتے اور ایسے تمام احوال و مواجید جن سے احکام شرع کی نفی ہوتی ہو، ناقابل اعتبار ہیں۔ حق یہ ہے کہ اگر اکبر اور اس کے حواری اسلام کے کھلے دشمن تھے تو اس قسم کے صوفی باطنی دشمن، اور ان در پردہ دشمنوں کا نقصان کھلے باغیوں سے کم نہیں تھا۔ آج کل کے پیر جو نماز روزے سے دور اور اپنے مریدوں کو دور کرنا چاہتے ہیں، اسی قسم کے بطّال صوفیوں کی معنوی اولاد ہیں۔ آیئے 'سرمایہ' ملت کے نگہبان حضرت شیخ مجدد الف ثانی قدس سرہ کے ارشادات کی روشنی میں شریعت کے منکروں کا چہرہ دیکھنے کی کوشش کریں۔

۱۔ طریقت و شریعت عین یک دیگر اند ۔ سر موئے از مکالفت درمیان. ایشاں واقع نیست ۔ فرق اجمال و تفصیل است و استد لال و کشف ہرچہ مخالف شریعت است مردود است كُلُّ حَقِيقَةٍ رَدَّتْهُ الشَّرِيعَةُ فَهُوَ زَنْدَقَةٌ۔ (دفتر اول۔ مکتوب ۴۳)

ترجمہ : طریقت و شریعت دونوں ایک ہیں۔ ان میں بال برابر بھی مخالفت نہیں ۔ فرق ہے تو اجمال و تفصیل اور استدلال و کشف کا۔ جو کچھ بھی شریعت کے خلاف ہے مردود ہے۔ جس حقیقت کو شریعت نے رد کیا۔ بید ینی ہے۔

۲۔ فردائے قیامت از شریعت خواہند پرسید ، از تصوف نخواہند پر سید ، دخول جنت و تجنب ازنار وابستہ باتیانِ شریعت است انبیاء صلوات اللہ تعالیٰ و تسلیما تہ علیھم کہ بہترین کائنات اند بشرائع دعوت کردہ اند و مدار نجات برآں ماندہ و مقصود از بعثتِ ایں اکابر تبلیغ شرائع است ۔ پس بزرگترین خیرات سعی در ترویج شریعت است و احیائے حکمی از احکام آں علی الخصوص در ز ما نیکہ شعائر اسلام شدہ باشندہ کرور ہا در راہ خدائے عزو جل و علا خرچ کر دن۔ برابر آں نیست کہ مئسلہ از مسائل شرعیہ رارواج دادن چہ دریں فعل اقتدا بانبیاست کہ بزرگترین مخلوقات اند علیھم الصلوات و التسلیمات ۔(مکتوب نمبر ۴۸ دفتر اول) ترجمہ : کل قیامت کو شریعت کے بارے میں پوچھیں گے نہ کہ تصوف کی بابت جنت میں داخلہ اور دوزخ سے بچاؤ بھی شریعت پر عمل کرنے سے وابستہ ہے۔ انبیاء صلوات اللہ تعالیٰ و تسلیماتہ علیھم جو کائنات میں بہترین ہیں شریعت کی طرف

بلاتے رہے ہیں نجات کا انحصار بھی اسی پر ہے۔ اور ان اکابر کی بعثت سے مقصود بھی شرائع کی تبلیغ ہے۔ لہذا بہترین نیکی ہے شریعت کو رواج دیتے اور اس کے کسی حکم کو زندہ کرنے کی کوشش، خصوصاً جب شعائر اسلام مٹ گئے ہوں۔ کروڑوں روپے اللہ عزوجل کی راہ میں خرچ کرنا کسی شرعی مسئلے کو رواج دینے کے برابر نہیں کیونکہ اس میں انبیا علیھم السلام کی پیروی ہے جو ساری مخلوق میں سب سے بلند مرتبہ ہیں علیھم الصلوۃ والسلام۔

۳۔ صوفیہ خام ذکر فکر را از اہم مہام دانستہ دراتیان فرائض و سنن مساہلات مینمایند ار بعینات و ریاضات را اختیار نمودہ ترکِ جمعہ و جماعت می کنند. نمید انند کہ یک فرض بجماعت از ہزاراں اربعین ایشاں بہتر است ، آرے ذکر و فکر بامراعات. آداب شرعیہ بہتر و مہمِ تراست ۔ (دفتر اول مکتوب نمبر ۲۶۰) ترجمہ : صوفیہ خام (ناپختہ صوفی) ذکر و فکر کو ضروری سمجھ کر فرضوں اور سنتوں کے بجالانے میں سستی کرتے ہیں اور چلے اور ریا ضتیں اختیار کر کے جمعہ و جماعت چھوڑ دیتے ہیں۔ انھیں معلوم نہیں ایک فرض باجماعت ادا کرنا اُن کے ہزاروں چلوں سے بہتر ہے۔ ہاں آداب شرعیہ کو ملحوظ رکھ کر ذکر و فکر میں مشغول ہونا بہت اچھا اور اہم ہے۔ اب چند عبارات کا صرف ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) مخدوما، منازل سلوک طے کرنے اور مقامات جذب سے گزرنے کے بعد معلوم ہوا کہ تمام سیر و سلوک کا اصل مقصد یہ ہے کہ مقام اخلاص حاصل ہو جائے جو تمام آفاقی اور انفسی معبودوں کی فنا پر منحصر ہے۔ شریعت کے تین اجزا ہیں۔ علم، عمل اور اخلاص ، طریقت اور حقیقت اخلاص کے خادم ہیں۔ (یعنی طریقت و حقیقت میں جس

قدر ترقی ہو گی، اُتنی ہی اخلاص میں ترقی ہو گی) (دفتر اول مکتوب نمبر ۴۰)

(ب) دو باتوں کی ضرورت ہے اللہ کے سوا کسی سے تعلق نہ رہے اور ان اعمال کو بروئے کار لایا جائے جن کا تعلق بدن سے ہے اور شریعت نے جن کا حکم دیا ہے۔ جو شخص بدنی اعمال کے بغیر قلب کی سلامتی کا دعوی کرے، غلط ہے۔ جس طرح دنیوی زندگی میں جسم کے بغیر روح نہیں ہوتی بلکہ اس کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح قلبی احوال کا ظہور بدنی اعمال کے بغیر محال ہے (دفتر اول مکتوب نمبر ۳۹)

ان عبارات سے حضرت شیخ مجدد قدس سرہ کا موقف بالکل واضح ہے۔ جو لوگ طریقت اور حقیقت کے نام پر شریعت سے **گلو خلاصی** کرنا چاہتے تھے۔ آپ نے ان کی غلط فہمیوں اور وسوسوں کا ازالہ جس مدلل اور مضبوط طریقے سے کیا ہے۔ آپ کے مجدد بلکہ مجدد الف ہونے کی نہایت زبردست دلیل ہے۔ پھر دورِ حاضر کے بعض بے رحم مفکرین و مفسرین کی طرح آپ نے تصوف اور طریقت و حقیقت کو سرے سے مسترد نہیں کیا اور اسے افیون قرار نہیں دیا بلکہ اس کی اصل حیثیت کا تعین کر کے تمام اولیاء صوفیہ کے نقطہ نظر کا دفاع بھی کیا ہے۔ آپ نے ہر سلسلہ طریقت کے اکابر سے فیض حاصل کر کے آخر میں نسبتِ نقشبندیہ حاصل کی اور یوں عملاً ثابت کر دیا تھا کہ یہ سب راستے حق ہیں، ان سب کی منزل ایک ہے، ہاں اگر کوئی شخص شریعت کے خلاف قدم اٹھاتا ہے تو یہ اس کا اپنا ذاتی فعل ہے، اس سے کوئی سلسلہ طریقت مجروح و مذموم نہیں ہو گیا۔ ہر سلسلے میں ملت اسلامیہ کے اکابر موجود ہیں جن کا فیض کبھی ختم نہیں ہو گا۔ تاہم آپ کے نزدیک وہ طریقہ جو اسبق، اوفق، اوثق، مسلم، احکم، اصدق، اول، اعلی۔ اجل، ارفع اور اکمل ہے وہ طریقہ نقشبندیہ ہے (دفتر اول۔ مکتوب نمبر ۲۹۰) اور ظاہر ہے آپ کو یہ فیصلہ کرنے کا حق

بھی تھا کیونکہ آپ نے ان سب طریقوں پر چل کر منزل کو پایا ہے۔

علاوہ ازیں آپ نے صوفیہ کی خانقاہوں کا جائزہ بھی لیا اور جہاں کوئی کام شریعت و سنتِ مطہرہ کے خلاف پایا، تڑپ اٹھے۔ جو لوگ اولیاء سلف کی بعض عبارات کا غلط مفہوم نکال کر عوام کو شرع سے بے نیاز کرنا چاہتے تھے اور یوں دوسرے لوگوں کو اولیاء کرام سے بد ظن کرتے تھے، آپ نے ان کا اصل مفہوم بیان کر کے شریعت کی بالادستی پر بھی آنچ نہ آنے دی اور بزرگوں کے خلاف بد ظنی بھی پیدا نہیں ہونے دی۔ تاریخ تصوف و طریقت میں اس سے بڑا کارنامہ کیا ہو سکتا ہے۔ حق یہ ہے کہ اولیاء کرام علیہم الرضوان کے اقوال کو جس طرح آپ سمجھ سکتے تھے کوئی دوسرا اس دور میں اس حد تک سمجھنے والا نہیں تھا۔ علماء کرام کی ایک جماعت حضرت حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ کے نظریہ وحدت الوجود اور بعض دوسری بظاہر خلافِ شرع عبارات پر پریشاں تھی۔ حضرت شیخ مجدد علیہ الرحمۃ نے ان کی توجیہ بھی فرمائی۔ حضرت شیخ کی منفرد عظمت کا اعتراف بھی کرایا، مسئلہ وحدت الوجود کی تشریح کر کے اس کی اصل حیثیت بھی متعین کی اور پھر اس سے اگلی منزل وحدت الشہود کا راستہ بھی دکھایا۔ نیز جو علما 'وحدت الوجود' کو معاذ اللہ 'کفر' سمجھتے تھے۔ اُن کو مطمئن بھی کیا۔ اگر آپ کے اسی احسان کی قدر کی جاتی تو بھی آپ کی مجددانہ عظمت کو تسلیم کرنے میں کوئی دقت نہ ہوتی۔ بلا شبہ آپ نے راکب دوشِ رسول، نور نگاہ حضرت بتول، سیدنا امام حسن مجتبیٰ علی جدہ وعلیہ السلام کی سنت پر عمل کرتے ہوئے امت کے دو گروہوں (یعنی صوفیہ باطن اور علماءِ ظاہر) میں صلح کرا دی اور یہی وہ عظمت و سعادت ہے جس کی طرف سرور کونین ہادی دارین حضور سیدنا محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ علیہ افضل التحیۃ والثناء نے خود ارشاد فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں۔

يَكُوْنُ فِيْ اُمَّتِيْ رَجُلٌ يُقَالُ لَهٗ صِلَةٌ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِهٖ
كَذَا وَكَذَا (جمع الجوامع از علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ) ترجمہ: میری امت میں ایک وہ شخص ہوگا جسے 'صلہ' کہا جائے گا اس کی شفاعت سے اتنے اتنے جنت میں داخل ہوں گے۔

فاضل ازہر، فخر محققین حضرت علامہ ابوالحسن زید فاروقی علیہ الرحمۃ نے کئی کتابوں کے حوالے سے اس کے علاوہ بھی ایک اور روایت اپنی کتاب حضرت مجدد اور ان کے ناقدین میں درج کی گئی ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر کونسا شخص ہے جسے 'صلہ' کہا گیا اوپر کی سطور پڑھ کر یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ بلاشبہ وہ شخصیت والا مرتبت حضرت سیدنا مجدد الف ثانیؒ ہی کی ہے جنہوں نے اہل باطن اور اہل ظاہر کو ایک دوسرے سے ملادیا۔ چنانچہ ایک جگہ خود اس کی تصریح فرماتے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَنِيْ صِلَةً بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ وَ مُصْلِحاً بَيْنَ الْفِئَتَيْنِ۔

ترجمہ: حمد اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے مجھے دو سمندروں کو ملانے والا اور دو جماعتوں میں اصلاح کرنے والا بنایا۔

غور فرمایئے حدیث پاک موجود تھی مگر کسی بھی شخصیت کو اس کا مصداق نہیں ٹھہرایا گیا۔ آخر کیوں؟ کیا یہی وجہ نہیں تھی جو شخص 'صلہ' ہے قدرت اسی سے اعلان کرانا چاہتی تھی اور آپ نے اُس وقت کیا جب آپ کو حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ کی طرف سے یہ بشارت مل گئی کہ تمہاری شفاعت سے قیامت کے دن کئی ہزار لوگ بخشے جائیں گے ا س موقع پر شکر نعمت کے طور آپ نے کھانا پکوا کر عوام میں تقسیم فرمایا۔

جہاں تک خانقاہوں کا جائزہ لینے کا تعلق ہے۔ بعض لوگ اپنے پیر کو سجدہ تعظیمی بلکہ زمین بوسی کرتے تھے، آپ نے سختی سے رد فرمایا بلکہ مشائخ کو بھی ڈانٹا۔ بعض آستانوں کے سجادہ نشین فکر و عمل کے لحاظ سے نہایت غلط لوگ تھے۔ آپ نے اُن کی سرزنش بھی کی۔

مختصر یہ کہ تصوف و طریقت کی دنیا میں آپ کے کارنامے اتنے کثیر، بلند اور روشن ہیں کہ آپ کی بے مثال مجددانہ عظمت کو تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے۔ بشرطیکہ دل انصاف پسند ہو۔ کیونکہ بقول حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمۃ۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مرد ناداں پہ کلام نرم و نازک بے اثر

۴۔ صحابہ کرامؓ کی تحقیر کرنے والے اور ان کی روک تھام:

حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ کے دور میں جو فتنہ نہایت تیزی سے اُبھر رہا تھا۔ اہل تشیع کا تھا اگر حالات کا بغور جائزہ لیا جائے تو شیعہ حضرات ہی نے اکبر کو پہلے آزاد خیالی اور لامذہبیت کی طرف مائل کیا اور انھیں کے زیر اثر اس نے معاذ اللہ امامت، مہدویت، خلیفۃ الزمان کے منصب، نبوت اور الوہیت کا دعویٰ کیا۔ فیضی اور ابوالفضل جن کے اشاروں پر وہ ناچ رہا تھا۔ شیعہ ملحد تھے۔ اس کے دربار میں باغ فدک جنگ جمل، جنگ صفین کا ذکر نہایت دلخراش انداز میں کیا جاتا اور جس کے جی میں جو آتا، صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں بکتا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ عموماً شیعہ حضرات کو اپنے مذہب سے بھی اتنی دلچسپی نہیں جتنی اسلام کو کمزور دیکھنے اور اہل سنت کو مٹانے سے ہے۔ یہ لوگ اسلام کا دعویٰ کرنے کے باوجود عموماً اسلام دشمنوں کی چالوں کا شکار ہو کر اپنے ہی

چمن کو اجاڑنے میں راحت محسوس کرتے ہیں۔ان کا نعرہ حب اہل بیت بھی حقیقت سے خالی ہے۔ویسے بھی وہ اہل بیت کے صرف چند افراد کی تعظیم کر کے اکثریت کے خلاف ہیں ۔اگر ان کے مذہب اور اس کی مختلف شاخوں کا مطالعہ کیا جائے تو صدقِ دل سے کلمہ پڑھنے والا انسان حیران رہ جائے کہ ان میں اسلام کی کونسی بات ہے۔ان میں کتنے ہی ایسے ہیں جو قرآن پاک کی عظمت و حفاظت کے منکر ہیں (حتیٰ کہ دور حاضر کا خمینی جو اتحادِ ملت اسلامیہ کا 'دیوانہ' تھا قرآن پاک کے لَارَیْبَ فِیْهِ ہونے کا منکر تھا) (جیسا کہ اس کی کتاب کشف الاسرار سے ظاہر ہے) ان کی تاریخ بتاتی ہے کہ ان کے ظلم و ستم کا رخ ہمیشہ اہل سنت ہی کی طرف رہا ہے۔(چنانچہ ایران کے علمائے اہلسنت جنھوں نے اسلام کے نام پر خمینی کی حمایت کی تھی تختہ مشقِ ستم بنائے گئے) ان کے خمیر میں بے وفائی ہے اور یہ روز اول سے جاری ہے۔یہی تھے جنھوں نے نواسہ رسول ﷺ کو بیسیوں خطوط لکھ کر بلایا۔اور جب وہ تشریف لے آئے تو انھیں اور ان کے اعزہ وانصار کو تین دن بھوکے پیاسے رکھ کر تیروں تلواروں سے چھلنی کر دیا۔ان کے بے گور و کفن لاشوں کو پامال کیا اور ان کے خیموں کو آگ لگائی۔بقیہ اہل بیت کو اونٹوں کی ننگی پشتوں پر سوار کر کے کہاں کہاں نہیں پھرایا پھر یہ چابکدستی کہ انھیں کی محبت کا دعویٰ اپنا مذہب ٹھہرالیا۔ صدیوں سے اسلامی خلافت کے مرکز بغداد میں تباہی دلخراش سانحہ ،کتابوں کی شکل میں مسلمانوں کے بے مثال علمی سرمائے کی بربادی ،اسلامی تہذیب و تمدن کے ہرے بھرے گلشن (بغداد) کی پامالی،سب کا سبب دو شیعوں یعنی ابن علقمی اور نصیر الدین طوسی کی سازش کا نتیجہ تھی۔ایک خلیفہ مستعصم کا وزیر تھا اور دوسرا ہلاکو خاں کا مشیر ابن علقمی نے ہلاکو خاں کو بغداد پر حملہ کرنے کی دعوت دی مگر ہلاکو خاں پھر بھی مائل نہ ہوا (کہ مسلمانوں کے خلیفہ کا قتل کہیں

آسمانی مصیبت کا سبب نہ بن جائے تو) نصیر الدین طوسی نے اُسے ان لفظوں میں سمجھایا۔

مستعصم با اللّٰہ در شرف نہ بہ یحییٰ بن زکریا میر سد نہ حسین بن علی و ایں دورا اعدا بہ تیغ سر بریدند و جہاں بمچناں برقرار است۔(تاریخ اسلام از شاہ معین الدین احمد ندوی) ترجمہ : مستعصم باللہ کی عظمت (لامحالہ حضرت) یحییٰ بن زکریا (علیہ السلام) کے برابر ہے۔نہ حسین بن علی کے برابر ،ان دونوں کو دشمنوں نے تلواروں سے شہید کر دیا تھا (پھر بھی) جہان اسی طرح قائم ہے۔(تو مستعصم کے قتل سے کیا قیامت آئے گی)

نوٹ: شیعہ اکثر بزرگوں کا ذکر عموماً اسی بے ادبانہ انداز میں کرتے ہیں۔نہ حضرت نہ امام ،نہ علیہ السلام نہ رضی اللہ عنہ) سقوط بغداد کے بعد بھی شیعہ حضرات نے ملت اسلام کو معاف نہیں کیا۔انھیں کا گروہ قرامطیہ حسن بن صباح کی سازشوں سے اکابر غازیان و مشائخ اسلام کو دھوکے سے شہید کرتا رہا۔یہ لوگ 'جنت' کے لئے مسلمانوں کے لباس میں مسلمان اکابر کے خون سے ہولی کھیلتے رہے۔سیدنا حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ سے کچھ مدت پہلے شاہ ایران نے بھی پورے ملک میں اہل سنت کا قتل عام کیا تھا اور یوں خلیفہ دوم سیدنا حضرت فاروق اعظمؓ کے فتح کئے ہوئے ایران کو شیعی سلطنت میں تبدیل کر لیا تھا۔

جلال الدین اکبر کے الحاد میں بھی جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ان لوگوں کا بڑا دخل تھا۔ جہانگیر کے دور میں حکومت کے تینوں ستون (جن کا ذکر اوپر آچکا ہے) شیعہ تھے۔ان کی سرپرستی میں ایران سے بھی شیعی علما دھڑا دھڑ آرہے تھے۔روز یہاں بھی اہل تشیع کی حوصلہ افزائی ہو رہی تھی۔خود حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے بارے میں بھی شیعہ

حضرات ہی نے جہانگیر کو بد ظن کیا تھا۔ آپ اپنی خدا داد بصیرت سے ان کی چالوں کو سمجھتے تھے۔ چنانچہ آپ نے عظمتِ صحابہ کرامؓ کا خوب پرچار کیا اور ان کی عظمت کو صحبت سرکار دوعالم ﷺ کی تاثیر و فیضان سے وابستہ کیا۔ (یعنی یہ کہ صحابہ کرامؓ) کا انکار دراصل حضور پُر نور ﷺ کی صحبت کی تاثیر کا انکار ہے) آپ نے آیات و روایات کی روشنی میں ثابت کر دیا کہ صحابہ کرام امت کا سب سے افضل گروہ ہے اور کوئی بڑے سے بڑا امتی کسی عام صحابی کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آپس میں جو جنگیں ہوئیں اور منکرین جنھیں بہت اچھالتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے دونوں فریقین کو ماجور اور مثاب قرار دیا نیز وضاحت کی کہ صحابہ کرام کے یہ اختلافات اجتہادی قسم کے ہیں، جو فریق ان میں حق پر ہوا (جیسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ) اُسے دوہرا ثواب ورنہ اکہرا ثواب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آج بھی کئی لوگ بد زبان اور کئی گومگو کا شکار ہیں۔ حضرت شیخ مجدد (علیہ الرحمہ) نے دوٹوک انداز میں ان کی صفائی پیش کی اور ان کی عظمت کا لوہا منوایا۔ [چنانچہ دفتر اول مکتوب نمبر ۶۶ میں فرماتے ہیں۔ ''ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مبارک قدس سرہ سے پوچھا کہ معاویہ افضل ہیں یا عمر بن عبدالعزیز (تابعی) تو انھوں نے جواب دیا تھا وہ غبار جو رسول ﷺ کے ساتھ جناب معاویہ کے گھوڑے کے ناک میں داخل ہوا وہ عمر بن عبدالعزیز سے کئی درجے بہتر ہے رضی اللہ عنہم۔ اسی خط کی ابتدا میں ہے 'کیونکہ یہ بزرگوار (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) حضور ﷺ کی پہلی ہی صحبت میں وہ کچھ حاصل کر لیتے تھے کہ امت کے اولیا کو اپنے انتہائی مرتبے میں بھی اس کمال کا تھوڑا سا حصہ بمشکل ہی حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل حضرت وحشی رضی اللہ عنہ (جو بعد میں مسلمان ہو

گئے تھے) جو ابتدائے اسلام میں ایک ہی مرتبہ سید اولین و آخرین ﷺ کی صحبت سے مشرف ہوئے، حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے جو سب تابعین کے سردار ہیں افضل ہیں۔ جو کچھ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کو حضور خیر البشر ﷺ کی پہلی صحبت میں حاصل ہوا، حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو وہ خصوصیت انتہا میں بھی میسر نہ ہوئی۔ مکتوب (دفتر اول) میں فرماتے ہیں۔ حضور خیر البشر ﷺ کی صحبت کی فضیلت تمام فضائل و کمالات سے بالاتر ہے۔ فَضِیْلَةُ الصُّحْبَةِ فَوْقَ جَمِیْعِ الْفَضَائِلِ وَالْکَمَالَات ۔ سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ نے صحابہ کرام کے ساتھ ساتھ جابجا اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی محبت و غلامی پر بھی پورا پورا زور دیا ہے۔ چنانچہ اسی مکتوب میں دشمنان اہلِ سنت کا ذکر کرتے ہوئے ان کی بعض علامات یوں بیان فرماتے ہیں۔ 'ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جس نے ان بزرگان اہل سنت کی مخالفت کی اور ان سے الگ ہو گیا ان کے اصول سے منہ پھیرا اور ان کے گروہ سے نکل گیا۔ پس وہ خود بھی گمراہ ہوا اور اس نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا، پس رویت اور شفاعت کا منکر ہوا اور صحبتِ فضیلت اور صحابہ کی بزرگی اس سے مخفی رہی اور اہل بیت رسول کی محبت اور اولادِ بتول کی مودت سے محروم رہا (رضی اللہ عنہم اور وہ اس بڑی نیکی سے رک گیا جو اہل سنت و جماعت نے حاصل کی۔)

آپ نے اس سلسلے میں مکتوبات شریفہ کے چیدہ چیدہ مقامات کے علاوہ ایک مستقل رسالہ بھی ردِ روافض کے نام سے لکھا جس میں علماء ماوراء النہر کے شیعوں کے بارے میں مسئلہ تکفیر کی تائید فرمادی ہے۔

بظاہر ایک 'صوفی' کی طرف سے ایک فرقے کے بارے میں سخت اقدام عجیب لگتا ہے۔ لیکن حق یہ ہے جو لوگ حضور ﷺ کے اولین جاں نثاروں کو بھی مسلمان نہیں سمجھتے

کسی رعایت کے کیونکر مستحق ہو سکتے ہیں نیز یہ کہ یہ صوفی بھی روایتی قسم کا خانقاہ نشین نہیں تھا بلکہ مجدد بھی تھا اور منصب تجدید کا تقاضا یہ تھا کہ اسلام کو اندرونی اور بیرونی سازشوں سے محفوظ رکھا جائے اگر حضرت شیخ مجدد الف ثانیؒ اپنے منصب سے غافل ہو جاتے تو برصغیر کم از کم ایک شیعہ سٹیٹ بن جاتا اور بہت ممکن تھا یہاں بھی فرزندان اسلام کے قتل عام کا وہی ڈراما دہرایا جاتا جو اس سے پہلے ایران میں روبہ عمل میں آچکا تھا۔

حضرت شیخ مجدد الف ثانی قدس سرہ کی سعیِ مشکور سے ایک عرصے تک یہ فتنہ دبا رہا۔ پھر حالات بدلے اور دوبارہ بیدار ہونے لگا تو حضرت شاہ ولی اللہ محدثِ دہلوی قدس سرہ اور ان کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ نے اپنے اپنے دور میں ازالۃ الخفا اور تحفہ اثنا عشریہ لکھ کر اس کی سرکوبی کر دی۔ اس میں کیا شک ہے کہ دونوں باپ بیٹا بھی خوانِ مجدد کے ریزہ خوار تھے (رضی اللہ عنہم) گویا ان کی بصیرت ہمت اور کاوش بھی حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے فیضان کی منہ بولتی تصویر تھی۔

۵۔ آزاد خیال اہل علم وطالبان علم: اکبر کے گمراہ ہونے کا اہم سبب دنیا پرست لالچی علما تو تھے ہی جنھوں نے اُسے اسلام سے بدظن کیا، اس کے بعد گمراہی میں مزید شدت اُن ملحد دانشوروں کی صحبت و محنت سے آئی جنھوں نے ہدایت راہِ حق کا دار و مدار 'عقل' پر رکھا۔ اُنھوں نے اکبر کی جہالت و غباوت سے بھرپور فائدہ اُٹھا کر یہ بات اس کے ذہن نشین کر دی کہ خدا کو مان لینے کے بعد 'نبوت' پر ایمان لانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اصل معیار جس سے حق و باطل، درست و نادرست کی ضرورت و عظمت کا تصور جاتا رہا تو توحید سمیت سارے عقائد و اعمال اس کی زد میں آگئے۔ چنانچہ ابو الفضل اور

فیضی نے اپنی فتنہ انگیز عقل کو معیار بنا کر تمام ایمانیات حتیٰ کہ قرآن پاک 'وحی' فرشتے، آخرت، جنت، دوزخ سب کا انکار کر دیا اور حلت و حرمت کے سارے پیمانے توڑ دیئے ۔ پھر اُنھیں معاذاللہ اسلام کا کوئی عقیدہ، کوئی حکم اور کوئی بات عقل کے مطابق نظر نہیں آتی تھی لہٰذا انھیں تقلیدات کا نام دیتے تھے۔ اسی صورتِ حال کو حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی نے یوں پیش فرمایا ہے۔

'ہر جگہ عقول شان قبول کند و تواند دریافت قبول می نمائند و ہرچہ در درکِ عقول شان نمی آید قبول نمی نمائند۔

(حضرت مجدد الف ثانی کی ملی دینی وخدمات بحوالہ مکتوبات)

ابو الفضل اپنی تحریر و تقریر میں اسلامی تعلیمات کا مذاق اڑاتا اور مسلمانوں کا ذکر بڑے گھٹیا انداز میں کرتا مثلاً پیروانِ احمد کیش، کوتاہ بین، گم گشتگانِ بیابانِ ضلالت، سادہ لوحان تقلید پرست، گرفتار زندانِ تقلید جیسی تراکیبِ الفاظ سے اگر کوئی بحث مباحثے کے دوران کسی مجتہد کا قول پیش کرتا تو جواب دیتا، فلاں حلوائی، فلاں موچی اور فلاں چرم فروش کا قول ہمارے لئے حجت نہیں۔

حکومت کے کارفرما اگر ملحد اور آزاد منش ہوں تو ظاہر ہے اس کا اثر عوام اور بعض خواص پر بھی ہوتا ہے اور النَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِهِمْ کے مصداق وہ بھی اسی رویئے کو اپناتے ہیں۔ چنانچہ منتخب التواریخ کے مطابق نوروز کی مجلسوں میں اکثر علما و صلحا بلکہ قاضی و مفتی تک شراب نوشی کے میدان میں اتارے جاتے تھے چونکہ بادشاہ ڈاڑھی منڈانے والے کو پسند کرتا تھا، دربار اکبری کے بڑے بڑے فضلا و علما روز مرہ اپنی ڈاڑھیاں بادشاہ کے قدموں پر نثار کرتے تھے۔

مختصر یہ کہ 'عقل' کے بندوں نے 'نبوت' کی ضرورت کا انکار کیا تو ہر قدم پر دانستہ و نادانستہ ٹھوکر کھائی۔ وقت کا تقاضا تھا کہ 'عقل' کی رو سے اس کی کمزوری واضح کر کے نبوت کی ضرورت واہمیت کو تسلیم کرلیا جائے۔ چنانچہ حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ نے صرف سترہ سال کی عمر میں اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے 'اثبات النبوۃ' کے نام سے نہایت وقیع رسالہ لکھا جس میں عقل پرستوں کے سارے شبہات کا ازالہ کر دیا گیا۔ اس کا پس منظر یا سبب تصنیف وہ ملاقاتیں تھیں جن میں ابوالفضل اور فیضی کے شکوک و شبہات کو قریب سے سننے کا موقع ملا تھا۔ انھیں ملاقاتوں میں یہ مشہور واقعہ پیش آیا کہ ابوالفضل کو کسی بات کا جواب دیتے ہوئے حضرت شیخ مجدد علیہ الرضوان نے فرمایا 'امام غزالیؒ' نے المنقذ من الضلال' میں لکھا ہے کہ فلسفی جن علوم کی ایجاد کا دعویٰ کرتے ہیں ان میں سے جو کام کے ہیں مثلاً ہیئت، نجوم، طب، وہ انھوں نے قدیم انبیا علیہم السلام کی کتابوں اور ان کے کلام سے چرائے ہیں اور ان کی اپنی ایجاد میں مثلاً ریاضی وغیرہ، وہ کسی دینی کام کے نہیں۔ ابوالفضل بولا 'غزالی نے نامعقول بات کہی ہے۔ آپ نے برا مانا فوراً مجلس سے باہر آگئے اور فرمایا 'اگر اہل علم کی صحبت کا شوق ہے تو اس طرح بے ادبی کے الفاظ زبان سے نہیں نکالنے چاہئیں کہتے ہیں چند روز بعد ابوالفضل نے معذرت کرلی۔ یہ بھی مجددی دبدبہ تھا جس کے زیر اثر اُس نے معافی مانگی ورنہ دوسروں کے سامنے تو اس کا انداز بہت بیباکانہ ہوتا تھا کہ میں کسی موچی، حلوائی وغیرہ کی بات نہیں مانتا (جیسا کی ابھی ابھی اوپر گزرا)

حضرت شیخ مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اثبات النبوۃ میں ایک مقدمہ اور دو مقالے شامل کئے ہیں۔ مقدمے میں پہلی بحث نبوت کے معنی کی تحقیق اور دوسری بحث معجزے سے متعلق ہے۔ پھر پہلا مقالہ ہے جو دو مسلکوں پر مشتمل ہے۔ پہلا مسلک 'بعثت

اور نبوت کی حقیقت' کو واضح کرتا ہے تو دوسرا مسلک خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اثبات میں ہے۔ دوسرا مقالہ فلاسفہ کی مذمت سے تعلق رکھتا ہے (مگر عنوان کے سوا کچھ بھی تحریر نہیں)

مکتوبات شریف میں بھی نبوت کی ضرورت واہمیت کے دو موضوع پر آپ کے بہت سے ارشادات ملتے ہیں۔ آپ بار بار اہل فلسفہ اور عقل وفلسفہ کی کوتاہ دامنی پر زور دے کر حضور نبی کریم ﷺ کی غلامی اور اتباع کی تلقین فرماتے ہیں۔ چنانچہ ملا حاجی محمد لاہوری علیہ الرحمۃ کو ارشاد ہوتا ہے۔

فلسفی که دید بصیرت أو بکحل متابعت صاحب شریعت علیه وعلیٰ آله الصلوة والسلام و التحتیه مکتحل نشده است از حقیقت عالم امرنا بینا است فضلاً عن ان یکون له شعور عن مرتبه الو جوب تعالیٰ و تقدس ، نظر کوتاه او مقصور بر عالم خلق است و در آنجانیز ناتمام است . جواہر خمس که اثبات نموده اند ہمه در عالم خلق اند۔(دفتر اول۔ مکتوب نمبر ۳۴) ترجمہ: وہ فلسفی جس نے اپنی چشم بصیرت میں حضرت شارع ﷺ کی اتباع کا سرمہ نہیں ڈالا۔ عالم امر کی حقیقت سے اندھا ہے۔ چہ جائیکہ اس کو خدا تعالیٰ کی شان کا شعور ہو۔ اس کی نظر کوتاہ عالم خلق تک ہے۔ بلکہ یہاں بھی ناتمام (اور اصل کی حقیقت سے بے خبر)

چند سطر بعد اسی مکتوب میں فرماتے ہیں۔

ادراك ایں جواہر خمسه عالم امرو اطلاع بر حقائق اینها

نصیب کمل تابعان محمد رسول اللہ است ۔ ترجمہ :عالم امر کے ان جواہر خمسہ کا ادراک اور ان کی حقیقت پر اطلاع پانا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے کامل پیروکاروں کا مقدر ہے۔

فلسفے کی بے اعتباری ثابت کرتے ہوئے حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ نے ایک عبرت انگیز واقعہ لکھ کر اس پر خوب تبصرہ فرمایا ہے، آپ فرماتے ہیں۔

'حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کی دعوت جب افلاطون کو جو ان فلسفیوں میں سب سے بڑا بد نصیب ہے، پہنچی تو اس نے جواب میں کہا' نحن قوم مھتدون لا حاجة بنا الیٰ من یھدینا' (ہم ہدایت یافتہ لوگ ہیں، ہمیں کسی ہدایت دینے والے کی ضرورت نہیں)۔ اس بیوقوف کو چاہئیے تھا کہ ایسے شخص کو جو مردوں کو زندہ کرتا، نیز مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو تندرست کرتا ہے۔ جو ان کی حکمت کے تحت ناممکن تھا، پہلے دیکھتا اور اس کے حالات دریافت کرتا، پھر جواب دیتا، بن دیکھے اس کا یہ جواب دینا سخت عناد اور کمینہ پن کی دلیل ہے۔ (دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۶۶)

اسی مکتوب گرامی میں 'عقل' کے بارے میں فیصلہ دیتے ہیں۔

'عقل اگرچہ یہ مناسبت اور اتصال پیدا کر لے لیکن یہ تعلق جو اس کا مادی صورت کے ساتھ ہے بالکل دور نہیں ہوتا اور اس کو پورا پورا تجرد حاصل نہیں ہوتا۔ پس وہم اس کا دامنگیر رہتا ہے اور متخیلہ ہرگز اس کا خیال نہیں چھوڑتی، قوت غضبی و شہودی ہمیشہ اس کی دوست رہتی ہے۔ حرص و شر کی رذیل صفات اس کی ہمنشیں ہوتی ہیں۔ سہو و نسیان جو نوع انساں کا لازمہ ہے۔ اس سے دور نہیں ہوتا، خطا و غلطی جو اس جہان کا خاصہ ہے اس سے جدا نہیں ہوتا، پس عقل اعتماد کے لائق نہیں'۔

چند سطور آگے فرماتے ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ بعثت کے بغیر تصفیہ اور تزکیہ کی حقیقت حاصل نہیں ہو سکتی اور وہ صفائی جو کافروں اور فاسقوں کو حاصل ہوتی ہے۔ وہ نفس کی صفائی ہے نہ کہ دل کی صفائی۔ نفس کی صفائی سے گمراہی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا اور نقصان کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ بعض امورِ غیبی کا کشف جو صفائی کے وقت کافروں اور فاسقوں کو حاصل ہوتا ہے ۔ وہ استدراج ہے جس سے مقصود ان لوگوں کی خرابی اور نقصان ہے۔

یہ ایک طویل خط ہے جو آپ نے اپنے پیرزادوں (حضرت خواجہ عبداللہ اور حضرت خواجہ عبیداللہ علیہما الرحمۃ) کی خدمت میں تحریر فرمایا ہے۔ چونکہ ابو الفضل و فیضی جیسے بہت سے ملحدین فلسفہ کے زیر اثر اسلامی تعلیمات کا مذاق اڑا رہے تھے، اس لئے حضرت مجددؒ نے بڑی تفصیل سے فلاسفہ کو ہدفِ تنقید بنایا ہے۔ اور ان کی جہالت و سفاہت کا پردہ چاک کیا ہے۔ چنانچہ اسی خط میں فرماتے ہیں۔

ان بد بختوں میں دوسرے تمام گمراہ فرقوں کی بہ نسبت دو چیزیں زیادہ ہیں۔
ایک یہ کہ (انبیاء کرام علیہم السلام پر) اترے ہوئے احکام کا انکار کرتے ہیں اور آسمانی خبروں کے ساتھ دشمنی رکھتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اپنے بیہودہ و احمقانہ مقاصد کے ثابت کرنے میں جس قدر ان کو خبط ہے۔ کسی بیوقوف سے بیوقوف کو بھی نہیں۔ آسمان اور ستارے جو ہر وقت بیقرار اور سرگرداں رہتے ہیں، فلسفیوں نے اپنے کام کا سارا دارومدار انھیں کی حرکات و اوضاع پر رکھا ہے (حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کا یہ شعر اسی فیضان ، مجددی کی تفسیر ہے۔

ستارہ کیا تری تقدیر کی خبر دے گا

کہ خود وہ وسعتِ افلاک میں ہے زار وزبوں)

اور آسمانوں اور ستاروں کے خالق، موجد، محرک و مدبر سے آنکھیں بند کر لی ہیں اور اُسے (معاذ اللہ) معطل سمجھ بیٹھے ہیں۔ کیسے بے عقل ہیں کیسے بد بخت ہیں، ان سے بڑا نادان تو وہی ہو سکتا ہے جو پھر بھی انھیں دانا و زیرک سمجھتا ہے“

حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ نے جس فضا میں آنکھ کھولی تھی اُس میں بڑے بڑے علما و مفسرین بھی فلاسفہ سے متاثر و مرعوب ہو چکے تھے اور ہو رہے تھے۔ چنانچہ ایسے لوگ آیات کی تفسیر کرتے ہوئے بے دین فلاسفہ کا ذکر انبیاء علیہم السلام کے ذکر کے ساتھ اس طرح کرتے تھے گویا یہ بھی معتبر و مقدس اور فیصلہ کن عقل و دانش کے مالک ہوں۔ حضرت سیدنا مجددؒ کے لئے یہ روش ناقابل برداشت تھی، چنانچہ شیخ عبداللہ کو ایک ایسی ہی صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔۔

”کتاب تبصرۃ الرحمٰن جو آپ نے ارسال کی تھی۔ اسے بعض مقامات سے مطالعہ کر کے واپس بھیج دیا ہے اس کا مصنف فلاسفہ کے مذہب کی طرف بہت میلان رکھتا ہے اور اس بات کے قریب قریب آگیا ہے کہ فلسفیوں کو انبیاء علیہم السلام کے (معاذ اللہ) برابر سمجھے۔ سورۃ ہود کی ایک آیت نظر آئی جس کا بیان اس نے حکما کے طرز پر کیا ہے جو سراسر انبیاء علیہم السلام کے طرز کے برعکس ہے۔ اور حکما اور انبیاء علیہم السلام کے قول کو باہم برابر کر دیا ہے۔ اس آیت کے الفاظ اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ (یہ وہ لوگ ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں سوا آگ کے) کی تفسیر کرتے ہوئے مصنف لکھتا ہے بِاتِّفَاقِ الْاَنْبِيَا وَالْحُكَمَا اِلَّا النَّار الْحِسِّي اَوِ الْعَقْلِي۔ یعنی انبیا

اور حکما کے اتفاق سے آگ تو ہو گی، حسی ہو یا عقلی گویا انبیا اسے حسی آگ کہتے ہیں اور حکما عقلی کیونکہ وہ عذاب آخرت کے منکر ہیں) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجماع کے باوجود حکما کے اجماع کی کیا گنجائش ہے اور عذابِ آخرت کے بارے میں ان کے قول کا کیا اعتبار ہے۔ خصوصاً جب انبیا علیہم السلام کے قول کے خلاف ہو۔ فلاسفہ جو عذاب عقلی ثابت کرتے ہیں۔ اس سے اُن کا مقصود عذاب حسی کا انکار ہے جس پر انبیاء کرام علیہم السلام کا اجماع ہے۔

اسی طرح اور بھی کئی جگہ آیاتِ قرآنی کو فلاسفہ کے ذوق کے مطابق بیان کرتا ہے۔ اگرچہ وہ اہل اسلام کے مذہب کے خلاف ہو۔ یاد رہے اس کتاب کا مطالعہ پوشیدہ اور ظاہری نقصانات سے خالی نہیں۔ چونکہ اس امر کا اظہار ضروری تھا اس لئے چند کلمات لکھ کر آپ کو تکلیف دی گئی۔ والسلام (دفتر سوم مکتوب نمبر ۱۰۱)

یہ تھی فلسفے کی یلغار کہ بڑے بڑے محققین و مفسرین کا ایمان معرضِ خطر میں تھا اور یہ تھا شیخ مجدد الف ثانی قدس سرہ کا کردار جس نے ہر طوفان کا مقابلہ کر کے اُسے اُلٹے پاؤں بھاگنے پر مجبور کر دیا۔

عمومی صورت حال: کسی حد تک اوپر اس بات کی وضاحت ہو چکی ہے کہ حکومت کا اسلام کے بارے میں رویہ کتنا معاندانہ تھا، علمائے سُوء دینِ حق کو کیا نقصان پہنچا رہے تھے، صوفیہ کی 'خامیاں' کیا گل کھلا رہی تھیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دشمن اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل میں کتنے سرگرم تھے اور فلسفہ زدہ آزاد خیال لوگ قوم کو کتنا گمراہ کر رہے تھے۔ یہ وہ لوگ جو اپنے اپنے رنگ میں 'دین' کے مدعی تھے، خود کو منکر یا کافر نہیں کہتے تھے ان کے طرز عمل سے کھلے دشمنوں کی بیباکیوں کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔

چنانچہ معاشرے پر ہندی تہذیب و تمدن کے اثرات غالب آرہے تھے اور جہلا کسی گہرے غور و فکر سے محروم ہونے کے باعث نادانستہ مشرکین کے رسم و رواج پر عمل پیرا ہورہے تھے۔ حضرت شیخ مجدد رضی اللہ عنہ اس صورت حال کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں۔

"شرکیہ رسموں اور کفر کے اوقات و ایام کی تعظیم کو شرک میں بڑا دخل ہے۔ اور دو (مختلف) دینوں کی تصدیق کرنے والا بھی اہل شرک میں سے ہے۔ (چنانچہ) اسلام اور کفر کے مجموعہ احکام پر چلنے والا بھی مشرک ہے کفر سے بیزاری مسلمان ہونے کیلئے شرط ہے ۔ اور شرک کی آلودگی سے بیزاری توحید کی شرط ہے۔ دکھ، درد اور بیماریوں کے دور کرنے کے لئے بتوں اور شیطانوں سے مدد مانگنا جو جاہل مسلمانوں میں عام ہو گیا ہے۔ عین کفر و گمراہی ہے۔ گھڑے ہوئے اور ان گھڑے پتھروں سے حاجات طلب کرنا خدا کی ذات پاک سے انکار و کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بعض گمراہوں کا حال یوں بیان فرمایا ہے۔

يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَ يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ۔ (النساء) ترجمہ: یہ لوگ چاہتے ہیں کہ طاغوت کی طرف اپنا فیصلہ لے جائیں حالانکہ انھیں اس کے انکار کا حکم ہے۔ اور شیطان انھیں سخت گمراہ کرنا چاہتا ہے۔ اکثر عورتیں کمال جہالت کے باعث اس ممنوع استمداد میں مبتلا ہیں اور ان بے حقیقت ناموں سے مصیبتیں دور کرنے کی التجا کرتی ہیں اور شرک و اہل شرک کی رسموں کی ادائیگی میں گرفتار ہیں۔ خصوصاً مرض جدری میں جسے ہندی زبان میں سیتلا (یا چیچک) کہتے ہیں۔ نیک وبد عورتوں میں بات پائی جاتی ہے۔ شاید ہی کوئی عورت ہو جو شرک کی ان باریک باتوں سے محفوظ ہو۔ اور اس قسم کی رسموں پر عمل نہ کرتی ہو۔ الا ماشاء اللہ۔ ہندوؤں کے بڑے بڑے دنوں کی تعظیم اور ان اوقات میں کافروں

کی مشہور رسموں کو اپنانا بھی شرک و کفر کو لازم کرنے والی چیز ہے۔ چنانچہ کفار کی دیوالی کے دنوں میں جاہل مسلمان بالخصوص ان کی عورتیں اہل کفر کی رسمیں بجالاتی ہیں اور (ہندوؤں کی طرح) اسے اپنی عید بنالیتی ہیں۔ نیز کافروں کی طرح اپنی بیٹیوں اور بہنوں کے گھر تحفے بھیجتی ہیں۔ اپنے برتنوں کو دیوالی کے اس موسم میں کفار کی طرح رنگ کر کے ان میں سرخ چاول بھر کر بھیجتی ہیں گویا ان دنوں کی بہت تعظیم کرتی ہیں۔ یہ سب کچھ شرک ہے۔ اور اسلام کا انکار۔ (دفتر سوم۔ مکتوب نمبر ۴۱)

حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ کا یہ سارا طویل گرامی نامہ ایک صالحہ کے نام ہے اور اس میں عورتوں کی بیعت اور اس کی شرائط کا ذکر ہے۔ گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے اس کا صرف ایک اقتباس یہاں درج کیا گیا ہے ورنہ مضمون کی اہمیت کا تقاضا یہی تھا کہ سب کا سب نقل کیا جاتا، تاہم اس دور کے معاشرے خصوصاً جاہل مسلمان عورتوں پر ہندو رسم و رواج کے اثرات کا اندازہ ان چند سطور سے بھی بخوبی ہو سکتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے اثرات: گذشتہ اوراق کو ایک نظر پھر دیکھ لیجئے۔ ایوان حکومت سے لے کر صوفیہ خام کے آستانوں تک اور علم و فضل کے علمبرداروں سے لے کر ناخواندہ عوام کے جھمگٹوں تک، کیا کہیں اسلام کی رمق نظر آتی ہے؟

اکثر مورخین کے نزدیک اکبر کے جلال و جبر نے چند سالوں کے اندر اندر اسلام کا نام و نشاں (معاذ اللہ) مٹا کے رکھ دیا اور اس کے حق میں جو آواز اٹھی دبا دی۔ جس نے اکبر کے خلاف سر اٹھایا، قلم کر دیا گیا۔ حکومتی دہشت گردی سے مسجدوں کو شہید کیا گیا اور کہیں اصطبلوں میں تبدیل کر دیا گیا۔ زبانوں پر پہرے بٹھا دیئے گئے۔ فکر و نظر کو

مفلوج کر کے رکھ دیا گیا۔ دینِ حق کا کھلم کھلا مذاق اڑایا گیا۔ ان حالات میں ایک آواز ایسی بھی تھی۔ جو دبائی نہ جا سکی۔ اور ایک سر ایسا بھی تھا۔ جسے جھکایا نہ جا سکا اور جس طرح حکومتی مشینری نے چند سالوں کے اندر اندر اسلام کو اپنے خیال میں قصہ ماضی بنا دیا تھا۔ اس مردِ حق آگاہ کی کوششوں سے پھر چند سال کے اندر اندر ایسا انقلاب آیا۔ جس کی مثال اہلِ ولایت بلکہ مجددین کی تاریخ میں بھی بہت کم ملتی ہے۔

ہاں ہاں یہ آپ کی کاوشوں کا ثمرہ تھا کہ اکبر کے ساتھ اس کا 'دینِ الٰہی' بھی مر گیا اور جہانگیر بر سر اقتدار آنے میں کامیاب بھی ہوا تو انھیں نیک نہاد اور باوفا امرا کے طفیل جو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے فیض سے سرشار تھے۔ یوں لگتا ہے کہ آپ کی بصیرت پہلے ہی دن سے کسی تاجدار کی اصلاح کے ذریعے انقلاب کی متمنی تھی۔ یعنی ایک بادشاہ پر قابو پالیا جائے تو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا کام بہت آسان ہو جائے گا۔ ظاہراً یہ منزل سہل نہیں تھی اس کے لئے زہرہ گداز مصائب و آلام کو برداشت کرنے کے حوصلے کی ضرورت تھی اور حضرت مجددؒ اپنی بلند ہمتی سے دینِ حق کی سربلندی کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کا فیصلہ ابتدا ہی میں فرما چکے تھے، جہانگیر تخت نشین ہوا تو آپ کو بہت خوشی ہوئی۔ گویا آپ کے سفر کا پہلا مرحلہ طے ہو گیا۔ چنانچہ ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں۔

"سننے میں آیا ہے کہ بادشاہِ اسلام اسلامی حسنِ استعداد کی بنا پر علماء کے طلبگار ہوئے ہیں۔ یہ اللہ کا کرم ہے" (میر صدر جہاں کے نام: دفتر اول مکتوب ۱۹۴) انھیں میر صدر جہاں کو لکھتے ہیں جو جہانگیر کے استاد تھے "اب جب کہ حکومت بدل گئی ہے اور کافروں کے عناد کا زور ٹوٹ گیا ہے۔ تو تمام مقتدایانِ اسلام پر، وہ وزرائے عظام ہوں یا علمائے کرام، لازم ہے کہ اپنی کوشش شریعت کے نفاذ پر لگا دیں۔ (دفتر اول مکتوب نمبر ۱۹۵)

لالہ بیگ کو فرمایا!

(نئی) بادشاہت کے آغاز میں ہی اگر مسلمانی کا رواج ہو گیا اور مسلمانوں کا کھویا ہوا وقار حاصل ہو گیا تو کیا کہنے، لیکن معاذ اللہ اس میں کچھ رکاوٹ یا تاخیر ہوئی تو مسلمانوں کا کام سخت دشواری میں پڑ جائے گا۔ الغیاث، الغیاث (دفتر اول مکتوب نمبر ۸۱)

'خانِ اعظم' کو تحریر فرماتے ہیں'

'اس سے پہلی حکومت میں دینِ مصطفٰے علیہ التحیۃ والثنا کے ساتھ صریح عناد اور مخالفت نظر آتی تھی، جب کہ موجودہ حکومت میں ظاہری طور پر وہ عناد محسوس نہیں ہوتا اور ہو بھی تو عدمِ علم کے باعث ہو گا۔ لہٰذا اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ اب بھی کہیں معاملہ بغض و عناد تک نہ پہنچ جائے' (دفتر اول مکتوب نمبر ۶۵)

مولانا محمد اشرف صاحب کو لکھتے ہیں۔

'اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ سلطانِ وقت اپنے آپ کو حنفی المذہب قرار دیتا ہے اور اہلِ سنت و جماعت میں سے گردانتا ہے ورنہ مسلمانوں کے لئے بڑی دشواری ہوتی، اس نعمت عظمیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ (دفتر اول مکتوب نمبر ۲۵۱)

اس نعمتِ عظمیٰ کا شکر ادا کرنے کا طریقہ آپ کے نزدیک یہی تھا کہ وہ حضرات جو جہانگیر کے درباری اور مقرب تھے۔ موقعے سے فائدہ اٹھا کہ بادشاہ کو رسوم کفر کو مٹانے اور احکامِ اسلام نافذ کرنے کی ترغیب دیں۔ چنانچہ اسی مضمون کے بیسیوں خطوط ہیں جو مختلف ارکانِ حکومت کو لکھے گئے ہیں۔ اور جن میں جہانگیر کو موثر پیرائے میں سمجھانے کی تلقین کی گئی ہے۔ چنانچہ اپنے ایک معتمد جناب فرید بخاری علیہ الرحمۃ کو تحریر فرماتے ہیں۔ (اس اقتباس سے آپ کا نقطہ نظر بالکل واضح ہو جاتا ہے)

'آج جب کہ دولتِ اسلام کی ترقی، اسلام کے راستے کی رکاوٹوں میں کمی اور بادشاہ اسلام کی تخت نشینی کی خوشخبری خاص و عام کے کانوں تک پہنچ چکی ہے تو اہل اسلام نے اپنے اوپر لازم قرار دے لیا ہے۔ کہ بادشاہ کے مددگار رہیں اور شریعت کی ترویج اور مذہب کو مضبوط کرنے کے سلسلے میں اس کی رہنمائی کریں۔ زبان سے ہو یا ہاتھ سے جس قسم کی امداد مطلوب ہو، دریغ نہ کریں سب سے بڑھ کر مدد کتاب و سنت اور اجماع امت کے طریق پر شرعی مسائل کو بیان کرنا اور عقائد کلامیہ کا ظاہر کرنا ہے تاکہ کوئی بدعتی اور گمراہ درمیان میں آکر بادشاہ کو بھکا نہ دے اور کام خراب نہ کردے۔ اس قسم کی امداد علماءِ حق کے ساتھ خاص ہے جو کہ آخرت کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ علمائے دنیا جن کا مقصود دنیائے دوں ہے۔ کی صحبت زہر قاتل ہے۔

پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ جہانگیر کے بیٹے خسرو نے باپ کے خلاف بغاوت کر دی تو حضرت شیخ مجدد علیہ الرضوان نے اپنے حلقہ بگوشوں سے جہانگیر کی حمایت کرائی۔ اسی جہانگیر نے سجدہ تعظیم نہ کرنے پر آپ کو قلعہ گوالیار میں قید رکھا مگر تسلیم و رضا کے پیکر شیخ مجدد نے اف تک نہ کی۔ آپ کی جائداد ضبط ہوئی باغات میں لوٹ مار مچائی گئی اور اہل خانہ تک کو پریشان کیا گیا مگر آپ کی استقامت میں ذرہ بھر فرق نہ آیا۔ قید کے دوران لکھے ہوئے آپ کے مکتوبات آپ کی عظمت کا نقش دلوں پر بٹھانے میں اکسیر ہیں۔ کسی ایک موقعے پر بھی آپ نے جہانگیر اور اس کے فتنہ پرداز کارپردازوں کو دعائے نقصان و ہلاکت نہ دی۔

قید سے رہائی پا کر آپ ایک عرصے تک اس کی درخواست پر شاہی فوج کے ساتھ رہے۔ (حضرات القدس کے مطابق آپ نے یہ فیصلہ سلطان الہند حضرت خواجہ غریب

نوازؒ کے مزار پر حاضر ہو کر آپ کے مشورے سے کیا تھا) یہ عرصہ جسے بعض لوگوں نے 'نظر بندی' سے تعبیر کیا ہے۔ آپ کی مساعی جمیلہ کی برکات کا گویا نقطہ عروج تھا۔ اب بادشاہ کے ساتھ ملاقات کی صورت بنتی رہتی تھی۔ اور آپ کی صحبت کیمیا اثر سے اُس کے دل و دماغ کا زنگ اترتا جاتا تھا۔ اسلام کی خدمت کے لئے آپ جس قسم کا 'جہانگیر' تیار کرنا چاہتے تھے 'وہ اسی تین سال دس ماہ کے عرصے میں تیار ہوا۔ چنانچہ خود ایک مکتوب میں ایک ایسی صحبت کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی یہاں کے حالات حمد و شکر کے لائق ہیں۔ عجیب و غریب صحبتیں گزر رہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان گفتگوؤں میں جو امورِ دینی اور اصول اسلامی کے بارے میں ہوتی ہیں۔ بال برابر بھی سستی و خوشامد کا دخل نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ان محفلوں میں بھی وہی باتیں ہوتی ہیں جو اپنی خاص خلوتوں اور مجلسوں میں ہوتی ہیں اگر صرف ایک مجلس کا حال بھی لکھا جائے تو دفتر چاہیئے۔ خصوصاً آج ماہِ رمضان المبارک کی سترھویں کو انبیاء علیہم السلام کی بعثت، عقل کے عدم استقلال (یعنی عقل کا ناکافی ہونا)، ایمان بالآخرت اس کے عذاب و ثواب، آخرت میں دیدارِ خداوندی، حضور خاتم الرسل کی ختم نبوت، ہر صدی کے مجدد، خلفائے راشدین کی پیروی، سنتِ تراویح، تناسخ کے باطل ہونے، جن اور جنیوں کے احوال اور عذاب و ثواب وغیرہ بہت سے مضامین پر گفتگو ہوئی اور بادشاہ بہت اچھی طرح سے سنتا رہا۔ پھر انہیں کے ضمن میں اقطاب و ابدال و اوتاد کے حالات و خصوصیات بھی مذکور ہوئیں۔ الحمد للہ سبحانہ بادشاہ سب کچھ سنتا رہا اور کوئی تغیر ظاہر نہیں ہوا۔ ان واقعات و ملاقات میں شاید اللہ تعالیٰ کی پوشیدہ مصلحتیں اور بھید ہیں، الحمدللہ الذی ھدانا

لهذا و ما کنا لنهتدی لو لا ان هدانا الله لقد جاءت رسل ربنا بالحق (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے، جس نے ہم کو ہدایت دی اور اگر وہ ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ بیشک ہمارے رب کے رسول سچے ہیں۔ دوسرے یہ کہ قرآن مجید کو سورۃ عنکبوت تک ختم کیا ہے ۔ جب رات کو اس مجلس سے اٹھ کر آتا ہوں تو تراویح میں مشغول ہوتا ہوں۔ حفظِ قرآن پاک کی یہ عظیم دولت فرصت کے ان اوقات میں کہ سراسر تسکین ہیں، حاصل ہوئی۔ الحمد لله اولا و اخراً ۔ (دفتر سوم، مکتوب نمبر ۴۳)

حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی ازہری علیہ الرحمۃ کی کتاب 'حضرت مجدد اور اُن کے ناقدین' سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

"سید علی اکبر حسینی اردستانی نے ۱۰۴۳ھ میں کتاب مجمع الاولیا لکھی ہے۔ اس میں لکھا ہے "کشمیر سے واپسی پر جہانگیر مرض ضیق النفس (سانس کی تکلیف) میں مبتلا تھا۔ اطبا سے علاج کرایا لیکن فائدہ نہ ہوا تو اس نے اعیانِ مملکت کو حضرت مجدد کی خدمت میں بھیجا (جو غالباً لشکر کے ہمراہ تھے) آپ نے دعا کے لئے وعدہ فرمایا لیکن اس شرط کے ساتھ کہ جہانگیر اب تعمیرِ مساجد کا اہتمام کرے گا۔ جہانگیر نے کہا "گفتن از شما کردن ازما" (کہنا آپ کا، کرنا ہمارا یعنی آپ کے ہر حکم کی تعمیل ہوگی) حضرت مجدد نے دعا فرمائی اور اسی رات مرض میں افاقہ ہو گیا پھر جب سرہند کے قریب پہنچے بادشاہ نے کہا' جو شیخ جیوچوں به دعائے شما شفایافته ایم ، فردا هم به طعام خانه شما پرهیز بشکنیم۔ (شیخ جیو (یعنی حضرت مجدد!) چونکہ آپ کی دعا سے ہمیں شفا ملی ہے لہذا کل آپ کے گھر کے کھانے سے پرہیز توڑیں گے) (ورق ۴۴۳) حضرت مجدد نے اپنے صاحبزادوں کے ہاتھ کھانا بھیجا۔ بادشاہ نے آصف جاہ سے بڑی

تعریف کی اور کہا 'امروز از خانه شما طعام خوردیم ، بسیار لذیذبود خصوصاً مرغ بسیار خوب پخته بودند ، نصفے ازاں خورده ایم و نصفے نگاه داشته که باز خوریم ۔(ترجمہ: آج آپ کے گھر کا کھانا کھایا، بہت لذیذ کھایا، خصوصاً مرغ بہت اچھا پکایا تھا آدھا ہم نے کھالیا ہے۔ آدھا پھر کھانے کے لئے رکھ لیا ہے۔) اس کے بعد آصف جاہ کو بھیجا کہ کچھ ہدیہ قبول فرمائیں لیکن حضرت مجدد نے انکار فرمایا اور کہا کہ 'مدارکار فقرائے باب اللّٰہ بر توکل است' (ترجمہ: اللہ کے دروازے کے فقیروں کا دارومدار توکل پر ہے)۔

پروفیسر سید شبیر حسین شاہ صاحب اپنے مقالہ بعنوان 'حضرت مجدد الف ثانی اور دو قومی نظریہ' میں تذکرہ امام ربانی کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں۔

"دو سال کے بعد جہانگیر کو رسول اللہ ﷺ نے آپ کی رہائی کے لئے خواب میں فرمایا تو جہانگیر نے آپ کو رہا کر دیا مگر دشمنوں نے پھر کچھ کہہ سن کر بادشاہ سے یہ حکم دلوا دیا کہ چند روز آپ ہمارے ساتھ لشکر میں رہیں گو یہ چیز آپ کے لئے ایک قید سے کم تکلیف دہ نہ تھی لیکن یہ قید حضرت مجدد الف ثانی کے لئے رحمت ثابت ہوئی اور آپ کو اپنا مقصد حاصل کرنے میں بے پناہ کامیابی حاصل ہوئی۔ بادشاہ کو آپ کی صحبت نصیب ہوئی اور اس صحبت نے اس کے باطن کو پاک کر دیا۔ پھر تو وہ آپ کا غلام ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ نے آپ کے دستِ حق پرست پر توبہ کی۔ شراب و کباب اور دوسرے منہیات سے ایسی کامل بے تعلقی اختیار کی کہ باید و شاید آپ نے لشکرِ شاہی میں قیام کے دوران کے چیدہ چیدہ واقعات اور کیفیات کو اپنے مکتوبات میں بیان کیا ہے۔ (ملاحظہ ہوں دفتر سوم کے مکتوبات نمبر ۴۳، ۷۲، ۷۳، ۷۸)

یہ تھا جہانگیر کے بارے میں آپ کی کاوشوں کا ثمرہ۔ اس کی اہمیت کو سمجھنے کے لئے اس مکتوب کا مطالعہ بہت مناسب ہے جو آپ نے سیادت پناہ شیخ فرید بخاری کو نئی حکومت کے ابتدائی دنوں میں تحریر فرمایا تھا۔ چند سطور کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

"اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے آبائے کرام کے طریقے پر ثابت قدم رکھے۔ بادشاہ کی مثال ملک کے لئے ایسی ہے۔ جیسا کہ دل بدن میں ہے۔ اگر دل صحیح ہے تو بدن بھی صحیح ہے اور اگر دل فاسد ہے تو بدن بھی فاسد ہے۔ بادشاہ کی درستی ملک کی درستی اور اس کا فساد ملک کا فساد۔ آپ جانتے ہیں کہ گذشتہ دور میں اسلام پر کیا کچھ گزری ہے۔ اسلام کی کمزوری اور زبوں حالی پہلے ادوار میں جب کہ اسلام نیا نیا آیا تھا زیادہ سے زیادہ اتنی ہی تھی کہ مسلمان اپنے دین پر قائم رہیں اور کفار اپنے دین پر۔ لیکن پچھلے دور (اکبری) میں اہل کفر برملا اسلامی علاقوں میں کفر کے احکام جاری کرتے تھے اور مسلمان اسلام کے احکام کے اظہار سے عاجز تھے۔ اگر اظہار کرتے تھے تو قتل کر دیئے جاتے تھے۔ افسوس صد افسوس اس خرابی، اس مصیبت، اس حسرت، اس غم پر۔ محمد رسول اللہ ﷺ محبوب رب العالمین کی تصدیق کرنے والے ذلیل و خوار تھے اور ان کے منکر صاحب عزت اور صاحب اعتبار مسلمان اپنے زخمی دلوں سے اسلام کی تعزیت میں مصروف تھے اور ان کے معاند تمسخر اور استہزا کر کے زخموں پر نمک چھڑکتے تھے۔ ہدایت کا آفتاب گمراہی کے پردوں میں چھپ گیا تھا اور حق کا نور باطل کے حجابات سے پوشیدہ ہو گیا تھا۔ (مکتوب نمبر ۴۷ دفتر اول)

اس اقتباس کے درج کرنے کا مقصد یہ بھی ہے کہ حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ کے ابتدائی دور میں برصغیر میں اسلام کی زبوں حالی اور بیکسی کا نقشہ پھر آنکھوں کے سامنے آجائے اور یہ بھی دیکھ لیں کہ آپ نے اس کے تدارک کے لئے جو محنت کی اور

جس طرح منصوبہ بندی کی۔ قدرت نے اُسے کس حد تک کامیابی بخشی۔ مختصر یہ کہ آپ اصلاح احوال کے لئے شریعت کی بالادستی منوانا چاہتے تھے اور اس سلسلے میں آپ ایوان حکومت میں نظریاتی اور عملی تبدیلی لانا ضروری خیال فرماتے تھے۔ چنانچہ اللہ جل جلالہ نے اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے سچے وارث اور نائب کو اس کامیابی سے نوازا جو عام علما تو ایک طرف مجددین کی تاریخ میں بھی نادر المثال ہے۔

<u>لاثانی انقلاب</u>: جب حکومت 'اسلام' کے زیر نگیں آگئی تو اسلام کے سب داخلی اور خارجی دشمن دبک کے بیٹھ گئے۔ وہ وظیفہ خوار علمائے سُو جو بادشاہوں کو خوش کرنے کے لئے ایمان و ضمیر کا سودا کرنے میں مشّاق تھے ناپید ہو گئے۔ وہ روشن خیال 'مفکرین' جو دین مبین کی تعلیمات کو محض 'تقلیدات' کا نام دیتے تھے۔ گمنامی اور رسوائی کی ظلمات میں کھو گئے۔ وہ منہ پھٹ مرید جو نجات کے لئے عقیدہ نبوت کو لازمی نہیں سمجھتے تھے۔ دم بخود ہو گئے۔ وہ جھوٹے صوفی جو 'وحدت الوجود' کے پردے میں 'وحدتِ ادیان' کا راگ الاپتے تھے خاموش ہو گئے۔ وہ کم نظر مشائخ جو پیروں کو عبادت کی ضرورت سے بالاتر سمجھ کر طریقت و حقیقت کے نام پر شریعت کے باغی ہو گئے تھے اور خود سجدہ کرتے تھے، سہم گئے؛ یہ ہے صوفیا، مصلحین کی تاریخ کا وہ اچھوتا انقلاب جو حضرت شیخ مجدد نے محض قوتِ ایمان اور محبت رسول ﷺ کی برکت سے برپا کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی ولادت اور بطور مجدد بعثت کا مقصدِ وحید بھی یہی تھا، چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں۔

'مجھ کو پیری مریدی کے واسطے نہیں لایا گیا اور نہ میری پیدائش سے مقصود تکمیل ارشاد ہے بلکہ دوسرا معاملہ اور نیا کارخانہ۔ (مکتوب نمبر ۶، دفتر دوم)

آپ کی پیدائش سے کیا مقصود تھا اسے سمجھنے کے لئے آیئے اس خواب کی طرف جو

آپ کے والد ماجد حضرت شیخ عبدالاحد علیہ الرحمہ نے دیکھا تھا۔ چنانچہ حضرت نور بخش توکلی علیہ الرحمہ کے الفاظ میں اور آپ کے والدِ بزرگوار کا بیان ہے کہ آپ کی ولادت سے پہلے میں نے خواب دیکھا کہ تمام جہان میں ظلمت پھیل گئی ہے۔ سور، بندر اور ریچھ لوگوں کو ہلاک کر رہے ہیں۔ اسی اثنا میں میرے سینے سے ایک نور نکلا اور اس میں ایک تخت ظاہر ہوا۔ اس تخت پر ایک شخص تکیہ لگائے بیٹھا ہے اور اس کے سامنے تمام ظالموں، زندیقوں اور ملحدوں کو بکرے کی طرح ذبح کر رہے ہیں۔ کوئی شخص آواز بلند کہتا ہے۔ وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقاً۔ اس خواب کی تعبیر حضرتِ مخدوم نے حضرت شاہ کمال کیتھلی علیہ الرحمۃ سے دریافت کی۔ اُنھوں نے بعدِ توجہ فرمایا کہ تمہارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جس سے الحاد و بدعت کی تاریکی دور ہوگی۔ یہ تعبیر درست نکلی۔

(یونہی) نقل ہے کہ ایک مرتبہ ایام رضاعت میں آپ نہایت علیل ہو گئے آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو شاہ کمال کیتھلی کی خدمت میں لے گئیں۔ حضرت شاہ صاحب نے اپنی زبان مبارک آپ کے منہ میں دے دی اور آپ اُسے دیر تک چوستے رہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا 'خاطر جمع رکھیں' یہ لڑکا بڑی عمر کا ہوگا اور عالم عامل اور عارفِ کامل ہوگا۔ اور میرے تیرے جیسے بہت سے اس سے پیدا ہوں گے۔ (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ) حضرت سیدنا مجدد، الف ثانی قدس سرہ کے انقلاب کی عظمت و وسعت اور برکات کا اندازہ آپ کے نقشبندی شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ رضی اللہ عنہ کے ارشادات کی روشنی میں بھی کیا جاسکتا ہے۔ بلاشبہ آپ کی برصغیر میں تشریف آوری بھی محض اس شہباز شریعت و طریقت کی تربیت کے لئے ہوئی چنانچہ سراج الملہ، موید الدین الرضی حضرت خواجہ محمد باقی المعروف

حضرت خواجہ باقی باللہ رضی اللہ عنہ نے (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ کی روایات کے مطابق) فرمایا۔

"جب میرے مخدوم مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہ نے مجھے حکم دیا کہ تم ہندوستان میں جاؤ تاکہ یہ سلسلہ شریفہ تمہارے ذریعے سے وہاں جاری ہو جائے تو میں نے اپنے تئیں اس خدمت کے لائق نہ سمجھ کر عذر کیا۔ آپ نے استخارہ کے لئے فرمایا، میں نے استخارہ میں دیکھا کہ گویا ایک طوطی شاخ پر بیٹھا ہے۔ میں نے اپنے دل میں نیت کی کہ اگر وہ طوطی شاخ سے اڑ کر میرے ہاتھ پر بیٹھ جائے تو میرے لئے اسی سفر میں بہت فتوح ظاہر ہوں گے۔ اس خیال کا آنا تھا کہ طوطی اڑ کر میرے ہاتھ پر آبیٹھا اور میں نے اپنا لعابِ دہن اس کے منہ میں ڈالا اور اس طوطی نے میرے منہ میں شکر ڈالی۔ دوسرے روز میں نے یہ واقعہ حضرت مولانا خواجگی کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ طوطی ہندوستان کا جانور ہے۔ ہندستان میں تمہارے دامنِ برکت سے ایک بزرگ کا ظہور ہوگا جس سے ایک جہاں روشن ہو جائے گا اور تم بھی اس سے بہرہ ور ہوگے۔ (یہ واقعہ بیان کر کے حضرت خواجہ نے آپ سے فرمایا کہ حضرت مولانا کا اشارہ تمہاری طرف تھا)

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ آپ سے فرمایا کہ جب میں حضرت مولانا خواجگی قدس سرہ سے رخصت ہو کر ہندوستان میں آیا اور تمہارے شہر سرہند میں پہنچا تو واقعہ میں مجھے بتایا گیا کہ تم قطب وقت کے پڑوس میں اترے ہو اور اس قطب کے حلیہ سے بھی اطلاع بخشی گئی۔ صبح کو اٹھ کر میں شہر کے درویشوں اور گوشہ نشینوں کی ملاقات کے لئے گیا لیکن کسی کو اس حلیہ کے مطابق نہ پایا اور نہ کسی میں قطبیت کے آثار نظر آئے میں نے خیال کیا کہ شہر والوں میں سے کسی میں قطبیت کی قابلیت ہوگی کہ جس کا ظہور بعد میں ہوگا مگر جس روز

سے میں نے تم کو دیکھا، تمہارا حلیہ اس حلیہ کے مطابق پایا اور اس قابلیت کا نشان بھی تم میں دیکھا گیا۔

حضرت خواجہ نے یہ بھی فرمایا کہ واقعہ میں دیکھا گیا کہ میں نے ایک بڑا چراغ جلایا جس کی روشنی ساعت بساعت بڑھتی جاتی ہے اور لوگوں نے اس چراغ سے بہت سے چراغ روشن کر لئے ہیں۔ میں جو سرہند کے نواح میں پہنچا تو وہاں کے جنگل اور صحرا کو مشعلوں سے پُر پایا۔ اس بات کو بھی میں نے تمہارے معاملہ کی طرف اشارہ سمجھا۔

حضرت خواجہ نے کئی بار فرمایا ہے کہ شیخ احمد کی سُرعت سیر کا سبب یہ ہے کہ محبوب و مراد ہیں ۔ (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ ص ۱۹۳، ۱۹۴)

حضرت خواجہ نے ایک شخص کو لکھا 'شیخ احمد مردے است در سرہند کثیر العلم و قوی العمل روزے چند فقیر بلو با اُو نشست و برخاست کرد ، عجائب بسیار از روزگار اوقاتِ او مشاہدہ کردہ ، بہ آں می ماند کہ چراغ شود کہ عالمہا ازو روشن گردند ، بحمد اللّٰہ تعالٰی احوال کاملہ اُو مرا بہ یقین پیوستہ۔ (یعنی : سرہند میں ایک صاحب ہیں شیخ احمد نامی جن کا علم وسیع اور عمل مضبوط ہے۔ کچھ دن فقیر نے ان کے ساتھ نشست و برخاست کی تو ان سے بہت سے عجیب حالات دیکھنے میں آئے۔ یوں لگتا ہے وہ ایک ایسا چراغ ہوں گے جن سے کئی جہان روشن ہوں گے۔ الحمد للہ اُن کے احوال کاملہ میرے نزدیک یقینی ہیں۔ (رقعات خواجہ باقی نمبر ٦٥)

"اسی خط میں اسی سے متصل آپ کے دوسرے عزیزوں کے بارے میں فرماتے ہیں آپ کے بھائی اور قریبی رشتہ دار بھی سب صالح اور طبقہ علما میں سے ہیں ان میں سے

بعض سے میری ملاقات ہوئی ہے۔ میں ان سب کو جواہر عالیہ سمجھتا ہوں، عمدہ صلاحیت کے مالک ہیں۔ شیخ موصوف کے صاحبزادے جو ابھی کم عمر بچے ہیں۔ اسرار الٰہی ہیں مختصر یہ کہ وہ شجرہ طیبہ ہیں اللہ انکو اچھی نشو ونما دے وہ خدا کے دروازے کے فقیر ہیں اور عجیب دل رکھتے ہیں۔

ایک بار فرمایا 'میاں شیخ احد آفتابے است کہ مثل ما ہزاراں ستارگاں در ضمن ایشاں گم است و از کمل اولیائے متقدمین خال خالے مثل ایشاں گذشتہ باشند' (زبدۃ المقامات از خواجہ کشمی) ترجمہ :
میاں شیخ احمد ایسے آفتاب ہیں کہ ہم جیسے ہزاروں ستارے اُن کے ضمن میں گم ہیں اور کامل ترین اولیائے متقدمین میں بھی اُن جیسے خال خال ہی گزرے ہوں گے۔

آپ کے والدِ ماجد کے خواب اور حضرت شاہ کمال کیتھلی (جو حضور غوث الثقلین شہنشاہ بغداد کی اولاد میں سے آپ کے فیض قادریہ کے بے مثال وارث تھے) کی تعبیر نیز حضرت خواجہ باقی باللہ کی ہجرت اور آپ کے ارشادات سے یہ بات بخوبی ظاہر ہو جاتی ہے کہ آپ عام مجدد نہیں تھے۔ جو ایک صدی میں پیدا ہوں اور علم و فضل کی بلندیوں تک پہنچ کر اگلی صدی میں اپنی اسلامی خدمات کے سبب مشہور و معروف ہو کر مجدد قرار دیئے جائیں بلکہ آپ کا تعارف آپ کی ولادتِ باسعادت سے بلکہ اس سے بھی پہلے سے ہو رہا تھا اور اہل نظر اُسی وقت سے آپ کے عظیم مستقبل کی خبر دے رہے تھے اور آپ کی برکت سے رونما ہونے والے بے مثل انقلاب کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔

یہی نہیں بلکہ ولادت سے پہلے بھی آپ کی آمد آمد کا انتظار کرایا گیا اور مختلف اولیائے باطن نے اپنے اپنے دور میں آپ کی تشریف آوری اور عظمتِ حال کی گواہی دی۔

سیرت کی کتابوں میں ایسے بہت سے واقعات درج ہیں۔ میں یہاں حصول برکت کے لئے صرف فردالافراد ، سیدالاسیاد، سندالستاد حضور شہنشاہ بغداد شیخ الجن والانس والملئکۃ بالاتفاق حضرت شیخ سید عبدالقادر گیلانی رضی اللہ عنہ کی عطا و سخا کا واقعہ درج کرتا ہوں۔

'قیومیت کے دوسرے سال شاہ سکندر قادری جو شاہ کمال کیتھلی کے پوتے اور خلیفہ تھے، کیتھے سے حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خرقہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ جو اُن کے سلسلہ میں بطور امانت چلا آتا تھا۔ آپ کے کندھے پر رکھ دیا۔ آپ اس وقت یاروں کے ساتھ مراقبہ میں تھے۔ جب آپ نے آنکھ کھولی۔ تو شاہ صاحب کو دیکھ کر تواضع سے معانقہ کیا۔ شاہ صاحب نے بیان کیا کہ مجھے معاملہ میں کئی دفعہ میرے دادا شاہ کمال نے حکم دیا کہ میرا خرقہ فلاں یعنی آپ کو پہنچادو۔ اگرچہ ایسے متبرک خرقہ کو گھر سے نکال کر کسی کو دینا میرے لئے مشکل تھا لیکن جب مجھے تاکیدی حکم ملا، میں نے ناچار تعمیل کی حضرت شیخ مجدد اس خرقہ کو پہن کر حرم سرا میں تشریف لے گئے کچھ دیر کے بعد جو نکلے تو اپنے بعض محرمان اسرار سے کہا کہ اس خرقہ کے پہننے کے بعد عجیب معاملہ پیش آیا۔ جب میں نے اسے پہنا تو حضرت شیخ الجن والانس سید عبدالقادر جیلانی اور ان کے خلفا حضرت شیخ کمال تک تشریف لائے۔ حضرت غوثِ ربانی نے میرے دل کو اپنے تصرف میں کر لیا اور خاص نسبتوں کے انوار واسرار سے منور کر دیا۔۔۔(تذکرہ مشائخ نقشبندیہ)

مزید وضاحت کے لئے علامہ ابوالبیان محمد داؤد مرحوم کا بیان بھی ملاحظہ ہو۔

مولانا موصوف، حضرت غوث اعظم کا کشف اور آپ کی وصیت کے زیر عنوان لکھتے ہیں۔

ایک روز حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کسی جنگل میں بیٹھے مراقبہ فرمارہے تھے کہ یکایک آسمان سے ایک نور ظاہر ہوا جس سے تمام عالم منور ہو گیا۔ آپ کو

اس وقت القا ہوا کہ آپ کے پانچ سو سال بعد جب کہ عالم میں ضلالت و گمراہی اور شرک و بدعت کا دور دورہ ہو گا۔ اُس وقت ایک بزرگ وحید امت پیدا ہو گا، وہ دنیا سے الحاد و زندقہ اور شرک وبدعت کا نام نشان مٹادے گا، دین محمدی کی تجدید کر کے اس کو نئے سرے سے تازگی بخشے گا۔ اس کی صحبت کیمیائے سعادت ہو گی اس کے فرزند اور خلفا بارگاہِ احدیت کے صدر نشین ہوں گے۔

اس القا کے بعد محبوبِ سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ نے اپنے خاص خرقہ کو اپنے کمالات سے مملو کر کے بطورِ امانت اپنے صاحبزادہ سید تاج الدین عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے کیا اور وصیت فرمائی کہ جب اس بزرگ کا ظہور ہو تو یہ میری طرف سے اُن کو دے دینا۔ چنانچہ اس وقت سے صاحبزادہ علیہ الرحمۃ کی اولاد میں وہ خرقہ یکے بعد دیگرے بطورِ امانت چلا آتا رہا۔ آخر شاہ کمالؒ کے نبیرہ (اقدس) شاہ سکندر رحمۃ اللہ علیہ نے تجدید کے دوسرے سال وہ خرقہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی خدمت میں پہنچایا۔ (سیرت امام ربانی ص ۴۵)

ان واقعات کو بیان کرنے کا یہاں مقصد یہی ہے کہ سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ کی ولادت اور بعثت بطورِ مجدد کے اصل مقاصد کھل کر سامنے آجائیں۔ بالیقین ایسا مجدد جس کی پیدائش سے کئی صدیاں پہلے اکابر اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اس کے ظہور کی پیشگوئیاں کر رہے ہوں اور عظمتِ شان کی گواہیاں دے رہے ہوں۔ اُس کے فیض کے اثرات کا دائرہ ایک صدی تک محدود نہیں رہنا چاہیئے۔ نیز اُس کے کام اور (ایک صدی کے) مجدد دین کے کام میں ایک واضح فرق بھی ہونا چاہیئے۔ یوں تو ہر صدی کا مجدد بھی دینی تعلیمات کے چہرے سے گرد و غبار صاف کر کے انہیں اصلی حالت میں پیش کرتا

ہے۔ مگر مجدد اعظم کی تجدید کے لئے یہ دائرہ کار بھی بہت وسیع ہونا چاہیئے۔ یعنی جن عقائد و مسائل کو نکھارنا اس کے ذمے ہوتا ہے اُن کی تعداد اور وسعت نسبتاً بہت زیادہ ہونی چاہیئے اور جس طرح دوسرے مجددین کی علمی و عملی شہرت عام علماء سے زیادہ ہوتی ہے۔ اسی طرح اس مجدد اعظم کی یہ شہرت و مقبولیت بھی دوسرے مجددین سے کئی گنا زیادہ ہونی چاہیئے۔

آیئے اب اس معیار پر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے تجدیدی اثرات پر گفتگو کریں۔ آپ خواجہ دارین سرور کونین حضور رحمۃ للعلمین ﷺ کے سچے وارث و نائب تھے اور حضور پُر نور ﷺ کی علمی و عملی تجلیات کے مظہر کامل امام الانبیا علیہم السلام والصلوٰۃ کے فیضان کا روشن ترین پہلو غالباً یہی ہے کہ آپ نے قلیل ترین عرصے میں دنیا کا عظیم انقلاب برپا کیا۔ اپنے پرائے سب اس بات پر متفق ہیں کہ چند سالوں میں اس امی لقب محبوبِ رب ﷺ نے کائنات کا نقشہ بدل کے رکھ دیا اور آپ کے انوارِ ہدایت سے تمام دنیا مشرق سے مغرب تک جگمگا اُٹھی۔ یہ حقیقت اتنی واضح اور مسلمہ ہے کہ تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ پھر حضور ﷺ کا جو فیض سرعت سے جزیرہ نمائے عرب سے نکل کر دور دراز ملکوں تک پھیلنا شروع ہو چکا تھا، حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ادوار میں اس میں بہت زیادہ وسعت پیدا ہو گئی تھی۔ اور یہ گویا انقلابِ مصطفوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) ہی کا تتمہ تھا۔

حضور پُر نور ﷺ کی سنت کے مطابق آپ کے سچے نائب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے کام شروع کیا تو دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف ہدایت کے انوار پھیلنے لگے۔ ملک کے شرق و غرب میں اجالوں کا ایسا سیلاب آیا۔ جو ایوانِ حکومت کے فسق و فجور کو

بھی بہا کر لے گیا۔ (اس کا کچھ حال گذشتہ صفحات میں آپ نے ملاحظہ فرمالیا ہے۔) مگر آپ تو نبی خاتم و رسول اعظم ﷺ کے مظہر تھے اس لئے مجددی فیضان کے بادل بھی برصغیر کی حدود سے باہر نکل کر دور دور تک عوام و خواص کے دلوں پر برسنے لگے۔ یہ ہادی عالم و اعظم ﷺ کی خصوصی توجہ کی برکت تھی کہ آپ کی عظمتِ شان اور وسعتِ فیض کا شہرہ اسلامی ممالک کی آخری حدود تک پہنچ گیا۔ چنانچہ اس میخانہ وحدت سے سیراب ہونے کے لیے **اگر بدخشاں اور ماوراء النہر کے علاقے سے حضرت خواجہ فرخ حسین حاضر خدمت ہو رہے ہیں تو روم کے** علاقے سے حضرت نصیر احمد رومی علیہ الرحمہ بارگاہِ رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اشارے سے یہاں توبہ و انابت کے لئے باریاب ہو چکے ہیں۔ ایک شیخ طاہر بدخشی بادشاہِ ایران کا مقرب تھا۔ اُسے بھی سرورِ کائنات ﷺ ہی نے سرہند بھیجا۔ مولانا صالح گولابی، مولانا یار محمد، مولانا عبدالحق شاہدمانی، شیخ احمد برکی، شیخ مولانا یوسف علیہم الرحمہ کو بھی غیبی ہدایات نے بارگاہِ مجدد میں حاضر کیا۔ چنانچہ تجدید کا چھٹا سال ابھی ختم نہیں ہوا تھا کہ خراسان، بدخشان اور توران کا شہر شہر اور قصبہ قصبہ مجددی فیضان سے تابناک ہو چکا تھا۔

تجدید کے بارھویں سال جنوں کا بادشاہ بھی مع لشکر مرید ہو گیا۔ "تجدید کے چودھویں سال حضرت شیخ نے اپنے خلیفے بغرض ہدایت خلق دنیا کے اطراف میں روانہ کئے۔ چنانچہ ستر اہل ارادت بسر کردگی مولانا یار محمد قدیم طالقانی ملک ترکستان و قبچاق کو بھیجے اور چالیس ارادتمند شام و روم کی طرف بسر دگی مولانا فرخ حسین روانہ فرمائے۔ اور اپنے دس معتبر یار مولانا محمد صادق کابلی کے تحت میں کاشغر کی طرف روانہ کئے۔ اور تین بڑے بڑے خلیفوں کو بسر کردگی مولانا شیخ احمد برکی توران بدخشاں اور

خراسان کی طرف رخصت کیا۔ ان خلفا کی ہر جگہ بڑی عزت ہوئی اور ان ملکوں کے چھوٹے بڑے امیر وزیر یا بادشاہ تک حضرت کے خلفا کے مرید بن گئے۔ خراسان، بدخشاں اور توران میں تو طریقہ عالیہ احمدیہ کا اس قدر رواج ہوا کہ وہاں کا کوئی شہر یا قصبہ ایسا نہ تھا۔ جہاں اس سلسلہ کے خلفا نہ ہوں۔ یہاں تک کہ عبداللہ خاں اوزبک جو وہاں کا بادشاہ تھا، حضرت کا ایسا معتقد ہو گیا کہ کوئی کام آپ کے خلفا کے مشورے بغیر نہ کرتا" (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ)

تجدید کے پندرھویں سال آپ کے خلیفہ شیخ بدیع الدین سہارنپوری کو جہانگیر کے شاہی لشکر کی خدمت دے کر آگرہ بھیجا گیا تو بہت سے ارکان دولت مثلاً خانخاں، اعظم خاں، جانجہاں لودھی، سکندر خاں، سید صدر جہاں، اسلام خاں، مہابت خاں داخل سلسلہ ہوئے۔ خلفا کے علاوہ آپ کے مکتوبات نے بھی بڑا کام کیا۔ ان کی نقلیں ایران، توران اور بدخشاں، ماوراءالنہر میں شائع ہوئیں۔

تجدید کے بائیسویں سال بلخ کے مشائخ میں سیادت پناہ سید میرک شاہ اور شیخ المشائخ کبروی میر محمد اور میر مومن بلخی نے اور علما میں سے مولانا ربانی، حسن قبادانی اور مولانا نولک نے درخواستیں بھیج کر غائبانہ بیعت کی۔

حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ نے تبلیغ و تجدید دین کے جس عظیم کام کا آغاز کیا تھا اُسے خاصی ترقی دے کر آپ ۱۰۳۴ھ میں اپنے خالق حقیقی سے واصل ہو گئے اور آپ کے بعد حضرت محمد معصوم قیوم ثانی سجادہ نشین ہوئے جن کے عہد میں آپ کے عظیم تجدیدی و تبلیغی مشن کو خصوصی عروج اور کمال حاصل ہوا اس سلسلے میں تذکرہ مشائخ نقشبندیہ کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

" چوالیسویں سال حضرت قیوم ثانی رضی اللہ عنہ نے اپنے مریدوں کو اور خلفا کو

حسب ذیل طور پر اپنے فرزندوں کے سپرد کیا۔ حضرت محمد صبغۃ اللہ کو کابل اور اس کے گردونواح کے تمام پٹھان اور مغل مرید دیئے۔ بدخشاں، ترکستان، دشت قپچاق، کاشغر، خطا، روم، شام کے تمام مرید اور ہند کے بعض آدمی حضرت خواجہ محمد نقشبند حجۃ اللہ کے سپرد کئے۔ خواجہ محمد حنیف کابلی، خواجہ محمد صدیق پیشاوری، خواجہ عبدالصمد اخون، موسیٰ ننگرہاروی، شیخ مراد شامی، خواجہ ارغون خطائی وغیرہ۔ جب حضرت حجۃ اللہ کابل گئے تو کابل کے تمام آدمیوں نے آپ سے رجوع کیا۔ حضرت خواجہ محمد عبیداللہ مروج الشریعت کو خراسان، ماوراالنہر، توران، دارگنج، غورسد، اندراب، قہستان، طبرستان اور سجستان کے علاقے سپرد کئے اور حسب ذیل خلفا آپ کے ماتحت کئے شیخ ابوالمظفر برہانپوری، شیخ حبیب اللہ بخاری صوفی پایندہ طلا، شیخ ابوالقاسم بلخی وغیرہ، اور ہند کے اکثر امرا اور شہزادہ معظم شاہ بھی آپ کے سپرد ہوئے۔ آخر اُنھوں نے بھی حضرت حجۃ اللہ سے رجوع کیا۔ دکن اور پنجاب کے اکثر مرید اور خلفا کو خواجہ محمد اشرف کے حوالہ کیا۔ سلطان اورنگ زیب، اعظم شاہ، جعفر خاں، وزیر شائستہ خان، مکرم خان، محتشم خاں اور سلطان عبدالرحمٰن حضرت شیخ محمد سیف اللہ کے سپرد کئے اور حسب ذیل خلفا اُن کے حوالے کئے۔ اخون میر محمد محسن سیالکوٹی، صوفی پائندہ ملاس، شیخ ابوالقاسم بھکری وغیرہ، سلطان ہند نے آخر حجۃ اللہ سے رجوع کیا۔ حضرت محمد صدیق کو عرب، بحرین اور مشرقی ہند کے اکثر شہر سپرد کئے۔ (ص ۲۷۶، ۲۷۷)

شاید حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کا سالانہ عرس تھا جس میں تمام روئے زمین کے خلفا (آپ کے مرید) بادشاہ اور امرا سرہند میں اکٹھے ہوئے چنانچہ حضرت نور محمد توکلی علیہ الرحمۃ کے الفاظ میں 'خاناں توران و ترکستان، والیان دشت قپچاق، حاکمان، قہستان و گر

جستان، سب کے سب حضرت کے دیدار فائض الانوار کے واسطے شہر سرہند میں حاضر ہوئے۔ (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ) یہی فرماتے ہیں 'حضرت کی مجلس کا رعب اور دبدبہ اس قدر تھا کہ مجلس اقدس میں بڑے بڑے بادشاہ آپس میں گفتگو نہ کر سکتے تھے۔ بغیر اجازت بات نہ کرتے۔ اگر بڑا ضروری کام ہوتا تو کاغذ پر لکھ کر آپ کی خدمت میں پیش کرتے۔ عالمگیر بادشاہ پر اگرچہ آپ درجہ غایت مہربان تھے لیکن پھر بھی بسبب غایت ادب اُس نے آنجناب کے حضور میں کسی سے کبھی گفتگو نہ کی اور بغیر اذن نہ بیٹھا۔ (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ ص ۲۷۶)

مجددی فیضان کا نقطہ عروج یہی تھا کہ بادشاہوں کو جو اپنی مملکت میں دل کی حیثیت رکھتے ہیں راہ راست پر لا کر ان کے ذریعے شریعت اسلامیہ کو نافذ کیا جائے چنانچہ جیسا کہ اوپر کی سطور سے ظاہر ہے۔ برصغیر میں جو اسلامی انقلاب اس راستے سے برپا ہوا اُسے مثال کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔ جہانگیر کے بعد شاہجہان کہیں بہتر تھا اور اس کے دور حکومت میں اسلام نے بڑی ترقی کی، مگر اس کے بعد جو کچھ اس کے وارث حضرت سلطان اسلام اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمہ نے کیا، اُس کی مثال کم از کم اس ملک کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ یہاں بڑے بڑے نیک، عادل اور عابد وزاہد لوگ بھی سریر آرائے سلطنت ہوئے مگر کوئی اس کے مرتبے کو نہ پہنچ سکا اُس کی درخواست پر قیوم ثانی حضرت خواجہ محمد معصوم عروۃ الوثقی رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند پنجم محتسب امت حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہ کو تمام بدعتوں کو مٹا کر اسلام کو اس کی اصلی شکل میں نافذ کروانے کے لئے دہلی میں بھیج دیا تھا۔ چنانچہ تھوڑے ہی دنوں میں اسلام کے انوار و تجلیات اور فیوض و برکات سے برصغیر کی سرزمین جگمگانے لگی۔ یہی اورنگ زیب تھا جس نے پانصد علماء کو اکٹھا

کر کے اسلامی سلطنت کے دستور کے طور پر فتاویٰ ہندیہ (عالمگیری) مرتب کرالیا۔ اس عظیم دینی کام کی نگرانی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے والدِ ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی کے سپرد تھی۔ جو مجددی فیضان واحسان کی منہ بولتی تصویر تھے (**رحمۃ اللہ علیہم اجمعین**)۔

یہ افسوسناک امر ہے کہ اورنگ زیب علیہ الرحمہ کو جانشین اچھے نہیں ملے۔ اور جلد ہی ہر طرف بدامنی افراتفری پھیل گئی۔ برصغیر میں مغلیہ حکومت کمزور ہوتی چلی گئی اور مختلف صوبوں اور ریاستوں میں بغاوت نے سر اُٹھالیا۔ یہی دور تھا جب برصغیر میں مرہٹوں نے خوب زور پکڑ لیا اور یوں لگتا تھا جیسے ان کا سارے ہندوستان پر قبضہ ہو جائے گا اور جلد ہی اسلام کو یہاں سے پھر دیس نکالا مل جائے گا۔ مسلمانوں کی نااتفاقی اور بے بسی کو دیکھ کر خانوادہ مجددیہ کے ایک عظیم عالم وصوفی بزرگ جناب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ نے حضرت احمد شاہ ابدالی علیہ الرحمہ کو خط لکھ کر مرہٹوں کا قلع قمع کرنے کی ہدایت کی جس کی تعمیل کرتے ہوئے اس نے پانی پت کی تیسری لڑائی ۱۷۶۱ء میں مرہٹوں کی تین چوتھائی قوت تباہ کر دی۔ خدا نخواستہ اگر ایسا نہ ہوتا تو اسلام اور مسلمانوں کا مستقبل کم از کم برصغیر میں نہایت ہی مخدوش تھا۔ گویا حضرت سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے بعد بھی دین حق اور اہل دین کی مذہبی اور سیاسی خدمت کا شرف ایک مجددی بزرگ ہی کو حاصل ہوا۔ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی ایک عظیم خدمت اور بھی ہے وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف ہرزہ سرائی بڑھتی ہی جا رہی تھی جس کے سدِ باب کے لئے آپ نے **ازالۃ الخفاعن خلافۃ الخلفا** لکھ کر **رافضیت** اور خارجیت کا منہ بند کر دیا۔ یہ وہ کتاب ہے جس کا جواب مخالفین سے نہیں ہو سکا۔ مرہٹوں کا

زور ٹوٹا تو مسلمان پھر بھی متحد و مستحکم نہ ہوئے اور دشمن کی شکست و ریخت سے اُنھوں نے کوئی خاص فائدہ حاصل نہ کیا تو انگریز اپنی چالوں میں مصروف ہو گئے۔ ان کی سازشوں میں سب سے خطرناک بات یہ تھی کہ اندر ہی اندر یہ اسلام کو (معاذ اللہ) تباہ کر کے یہاں عیسائیت کا فروغ چاہتے تھے۔ دہلی میں اگرچہ مغلیہ سلطنت موجود تھی مگر برائے نام۔ حکومت کا انتظام و انصرام انگریزوں کے ہاتھ میں تھا۔ بادشاہِ دہلی سے دستخط کرانے کا تکلف البتہ باقی تھا۔ اس دور میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے نامور فرزند سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ مسلمانوں کی علمی و فکری قیادت پر فائز تھے۔ انگریز ریذیڈنٹ بڑے بڑے پادریوں کو حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کی خدمت میں لا کر چھیڑ خانی کرتے تھے مگر آپ ایک دو جملوں میں ہی اُنھیں بھگا دیتے تھے۔ گویا آپ کے وجودِ مسعود کی برکت سے عیسائیت کو پنپنے کا موقع نہ مل سکا۔ اہل اسلام میں وہ لوگ جو سوادِ اعظم کے خلاف تھے۔ وہ بھی اس افرا تفری کے زمانے میں بہت فعال ہو گئے تھے (جیسا کہ ہمیشہ سے انہیں ایسے ادوار ہی راس آیا کرتے ہیں) خصوصاً صحابہ کرام علیہم الرضوان کے گستاخوں کا ٹولا۔ حضرت شاہ صاحب موصوف نے تحفہ اثنا عشریہ جیسی لازوال تحریر لکھ کر اُن کو بھی ساکت و صامت کر دیا۔ انگریزوں اور دوسرے اسلام دشمنوں کے لئے بھی چونکہ اس قسم کے اقلیتی فرقوں کی سرپرستی اپنے ناپاک عزائم کو پروان چڑھانے کے لئے بڑی مفید ہوتی ہے۔ (کیونکہ وہ انھیں کے ذریعے مسلمانوں میں انتشار و افراق کی راہیں وسیع کر سکتے ہیں) لہٰذا حضرت شاہ عبدالعزیز نے قرآن حدیث، فقہ و تاریخ کی روشنی میں اس قسم کے مذہبی دہشت گردوں کا منہ بند کر کے اپنے علمی مورث حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ کی نسبت کو زندہ اور آپ کے فیض کو عام کیا۔ آپ کے دَم

قدم سے مسلمانوں میں علمی و فکری مرکزیت قائم رہی اور یہ آپ کے (اپنی صدی کے) مجدد ہونے کی زبردست دلیل ہے۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، انگریز مسلمانوں میں انتشار برپا کرنے کے لئے انحرافی گروپوں کی حوصلہ افزائی کرتے تھے یا پھر غیر مسلموں سے اسلام پر اعتراضات وغیرہ کرا کے بھی اہل ہند کو باہم لڑانا چاہتے تھے مگر اس کے علاوہ اس سلسلے میں اُن کی سب سے اہم چال یہ رہی ہے۔ کہ مسلمانوں کے سوادِ اعظم میں سے کسی معروف علمی و دینی خانوادے کے کسی ایک فرد کو خرید کر اس کی تربیت کا انتظام کرتے ہیں اور اس کے ذریعے اتحاد اسلامی کو پارہ پارہ کرتے ہیں۔ یہ حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کے دورِ حیات کا آخری حصہ تھا کہ انگریزوں نے آپ کے بھتیجے اور شاہ عبدالغنی محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے بیٹے شاہ محمد اسمٰعیل پر ڈورے ڈالنے شروع کئے۔ نوخیز صاحبزادہ صاحب اپنی لاابالیوں کے سبب جال میں آگئے۔ ان سے پہلے محمد ابن عبدالوہاب نجدی جیسے پیرزادے پر ان کا ورک (work) کامیاب رہا تھا، اب انھیں کی 'کتاب التوحید' سے اسمٰعیل دہلوی کی برین واشنگ کی گئی۔ جناب اسمٰعیل صاحب کے ذمے حضور پُر نور ﷺ کی محبت و غیرت اور اولیائے کرام و مجتہدین عظام علیہم الرحمۃ کی عظمت و عقیدت کو دلوں سے نکالنا تھا اور جس جس بات پر مسلمان متفق تھے، اسے ختم کرنا یا مشکوک ٹھہرانا تھا۔ اس کا آغاز انھوں نے حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کے وصال سے پہلے کر دیا گیا مگر آہستہ آہستہ مثلاً نماز میں رفع یدین وغیرہ کے 'افتتاح' سے یا چند دوستوں کی محفل میں اپنے باغیانہ خیالات کے اظہار سے۔ اس سے زیادہ اُنھیں جرأت نہ ہو سکی۔ آپ تک بھی کوئی کوئی بات پہنچ جاتی اور آپ نے اُسے بالواسطہ روکنا بھی چاہا مگر بھتیجے پر اپنے 'خریداروں' سے نمک حلالی کا احساس

غالب رہا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ کا ۱۸۲۴ء میں وصال کیا ہوا، بھتیجا صاحب کھل گئے اور پھر خوب کھل کھیلے، کبھی اس چوک میں حضور پر نور ﷺ کے علم کے خلاف ہرزہ سرائی اور کبھی اس موڑ پر آپ کے اختیارات کے خلاف زبان درازی۔ مسلمانوں کے دل چھلنی ہوتے تھے بادشاہ بے بس تھا اور انگریز یہ کہہ کر ٹال دیتے تھے کہ ہماری حکومت میں ہر کسی کو مذہبی آزادی حاصل ہے۔ شاہ صاحب نے تقریر کے ساتھ تحریر کا سہارا بھی لیا۔ چنانچہ ' تقویت الایمان' جیسا گالی نامہ معرض وجود میں آگیا۔ لیکن قربان جائیں شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کے خاندان کے کہ سب سے پہلے اُسی نے اپنے اس 'چشم وچراغ' کا مقابلہ کیا۔ شاہ عبدالعزیز کے دوسرے بھتیجوں حضرت شاہ مخصوص اللہ نے دہلی کی جامع مسجد میں اس ننگِ خاندان کو ننگا کیا اور بھاگنے پر مجبور کیا۔ دور و دراز تک اس مناظرے کی شہرت ہوئی اور لوگوں پر واضح ہو گیا کہ 'صاحبزادہ' اپنے خاندان کے برعکس انگریزوں کی شہ پر سب کچھ کر رہے ہیں۔ نیز شاہ صاحب کا باقی خانوادہ اپنے قدیم اسلامی نظریات پر قائم ہے۔ چونکہ اس نوخیز 'مجتہد' کو سب سے زیادہ موثر مقابلہ اسی خاندان سے جو مجددی فیض کا سرچشمہ تھا کرنا پڑا تھا اور سب سے زیادہ مزاحمت انھیں کی طرف سے دیکھنی پڑی تھی لہٰذا اُس نے بھی سب سے پہلے زیادہ شعوری طور پر مخالفت اپنے گھر کے نظریات ہی کی ہے۔ آپ 'تقویت الایمان' پڑھتے جایئے۔ بار بار یہی نظر آئے گا۔ جیسے 'صاحبزادہ صاحب' اپنے آباؤ اجداد کی باتوں کا ہی رد کر رہے ہیں۔ چنانچہ عوام کو انھوں نے جن عقائد و نظریات کی بنا پر کافر و مشرک ٹھہرا لیا ہے۔ ان میں اکثر و بیشتر ان کے اپنے خاندان کے عقائد و نظریات تھے۔ یعنی بعض شیعی عقائد و رسوم کو بھی مشرکانہ ٹھہرا لیا ہے۔ مگر زیادہ توجہ اس کی 'مشرک گر' زبان کی عوام اہل سنت اور خصوصاً اس کے اپنے

بزرگوں کی طرف تھی) مثلاً حضور ﷺ کا دانائے غیوب حاضر و ناظر اور مختار و متصرف ہونا۔ آپ ﷺ سے استمداد و استعانت (کا عقیدہ) 'ندائے غائبانہ' عرس اور ایصال ثواب، تصور شیخ وغیرہ (مثلاً 'مکتوبات مجددیہ' میں شعر بار بار آیا ہے۔

نوشتہ بر درِ جنت بخطِ سبز و جلی
شفیع روز قیامت محمد است و علی

اس کا اسمٰعیلی ردِ عمل یوں ظاہر ہوا 'جس کا نام محمد یا علی ہے، وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (تقویت الایمان از اسمٰعیل دہلوی)

یہ سب عقائد اہل سنت کے تھے اور ان سب کو 'مشرکانہ' قرار دیا گیا۔

شاہ عبدالعزیز کے خاندان کے علاوہ جس عظیم شخصیت نے اسمٰعیل دہلوی کا سب سے زیادہ مقابلہ کیا۔ وہ بھی آپ کے شاگرد رشید مجاہدِ جنگ آزادی بلکہ سالارِ جنگ آزادی حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی قدس سرہ کی مقدس شخصیت تھی۔ آپ نے اس کے 'انگریزی' عقائد پر بھرپور وار کیا اور حق یہ ہے کہ 'فضل حق' کے ساتھ اُس کا کوئی جوڑ ہی نہیں تھا۔ پھر اس نے سکھوں کے خلاف جہاد کا ڈھونگ رچایا مگر مسلمان پٹھانوں سے بھی دوبدو ہو گیا اور بالاکوٹ میں اپنے سارے منصوبوں کو تہ و بالا کروا کے ہمیشہ کے لئے زیرِ زمین چلا گیا۔ غرض یہ کہ ایک عظیم فتنہ تھا جس کی باگ ڈور انگریزوں کے ہاتھ میں تھی۔ اُنھیں نے مولانا اسمٰعیل کو مجتہد بنا کر میدان میں لا کھڑا کیا، انھیں نے تقریر و تحریر کی ہمت افزائی کی، انھیں نے 'تقویت الایمان' کو چھپوا کر سارے ملک میں مفت تقسیم کیا، اُنھیں نے 'لشکر جہاد' کے ساتھ صوبہ سرحد کی طرف بھیجا۔ اگرچہ اس فتنے کو دبانے کے لئے زیادہ موثر مقابلہ (جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی

کے اعزہ واقارب اور پھر انھیں کے شاگرد حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی علیہم الرحمۃ) نے کیا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کے 'مقلدین' انگریزوں کے ساتھ تھے اور علمائے اہل سنت انگریزوں کے خلاف۔ شکست کے نتیجے میں ہزاروں سنی علما شہید، قید وبند سے دوچار اور خانماں برباد ہوئے۔ ان کے سینکڑوں مدارس بند کردیئے گئے اور انھیں سخت معاشی مشکلات میں مبتلا کیا گیا۔ ان کے برعکس 'دیوبند' معرض وجود میں لایا گیا اور نجدی، نیچری، پرویزی، معتزلی، مرزائی وغیرہ (انگریزوں کی چال دیکھئے بانی دارالعلوم دیوبند سے خاتم النبیین کے معنی میں تحریف کرائی کہ اس کے معنی آخری نبی نہیں بلکہ افضل نبی ہیں اور مرزا قادیانی سے دعوی نبوت کرادیا یہ ہے دیوبند و قادیان میں یگانگت و یکجہتی)۔ فتنوں کی سرکاری طور پر سرپرستی کی گئی۔ اب ان کا مقابلہ کرنے کے لئے قدرت نے اعلیحضرت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی قدس سرہ کو منصب تجدید پر فائز کر کے ان تمام فتنوں کی سرکوبی پر لگادیا۔ آپ نے ایک ہزار کے لگ بھگ کتابیں لکھیں جن میں 'فتاویٰ رضویہ' کی ۱۲ جلدیں اپنی مثال آپ ہیں۔ برعظیم کے سینکڑوں روحانی آستانے جن کا تعلق مختلف سلاسلِ طریقت سے تھا، اعلیحضرت کے ہمنوا اور اسلام کے تحفظ میں آپ کے شریکِ کار تھے تاہم علمی طور پر جو تبلیغی خدمات خود اعلیحضرت قدس سرہ نے سرانجام دیں۔ نہایت ہی فیصلہ کن مفید، موثر نمایاں اور بے مثال ہیں۔

اعلیحضرت قادری تھے اور کئی دوسرے سلاسل کا فیض حاصل کرنے کے باوجود آپ کی طبع ہمایوں پر قادریت کا غلبہ تھا تاہم آپ کے بعض سلاسلِ علم وعرفان میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت عبدالعزیز محدث دہلوی (قدس سرہم) کے نام بھی شجرات وسندات میں جہاں جہاں بھی آتے ہیں۔ ان دونوں بزرگوں کا ذکر آتا ہے۔ آپ

نے بڑے اہتمام واحترام سے کیا ہے۔ آپ کے شیخ حضرت آل الرسول الاحمدی علیہ الرحمۃ کو فیض کہاں سے ملا، فرماتے ہیں "عن شیوخ اجلاء منهم الشاه عبدالعزیز الدهلوی عن ابیه الشاه ولی الله المحدث المکثر القوی" (یعنی وہ اپنے جلیل القدر مشائخ سے روایت کرتے ہیں جن میں شاہ عبدالعزیز دہلوی بھی ہیں وہ اپنے والد شاہ ولی اللہ سے جو کثیر العلم، قوی الفہم محدث ہیں؛ ترجمہ: از علامہ حافظ احسان الحق قادری رضوی علیہ الرحمہ)۔

ان سلسلوں میں ایک سلسلہ 'علویہ منامیہ' بھی ہے۔ اعلیحضرت قدس سرہ نے اسے **اقرب سلاسلی فی البیعة الی الاکرم صلی الله تعالیٰ علیه وآله وصحبه)** قرار دیا ہے۔ (اعلیحضرت قدس سرہ نے اس سلسلے کا ذکر جن الفاظ میں کیا ہے۔ اس کا ترجمہ ملاحظہ ہو یہ آخری سلسلہ بیعت میرے تمام سلسلوں میں نبی کریم سے زیادہ قریب ہے۔" اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کی آل واصحاب پر درود وسلام بھیجے" کیونکہ میں نے اپنے شیخ اپنے مرشد سید آل الرسول الاحمدی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ انھوں نے صرف اس سلسلہ (طریقت) میں الشاہ عبدالعزیز الدہلوی کے ہاتھ پر بیعت کی تاکہ ہم قریب والے چشمے سے سیراب ہو کر پئیں جو بہت سیراب کرتا ہے۔ انھوں نے اپنے سچے خواب میں اہل ایمان کے امیر، اہل اسلام کے مولیٰ سیدنا علی المرتضیٰ کے ہاتھ پر بیعت کی (اللہ تعالیٰ ان کے چہرے کو عزتیں بخشے) انھوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی جن کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ اور جن کی بیعت اللہ کی بیعت ہے یعنی ہم سب کے آقا، ہم سب کے مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے دستِ حق پرست پر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ واهلہ وبارک وسلم و شرف وکرم، تو بحمدہ تعالیٰ صحیح بخاری کی اعلیٰ سند کی طرح یہ بھی ثلاثی ہے۔ جو اس عاجز

بندے سے جلیل الشان آقا تک (مِنَ الْعَبْدِ الذَّلِیْلِ اِلَی الْمَوْلٰی الْجَلِیْلِ عَلَیْہِ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالسَّلَامُ بِالتَّجْلِیْلِ) صرف تین واسطوں سے پہنچتی ہے۔ الشاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ نے چھوٹا مگر شاندار پمفلٹ بھی اس خواب کی شرح میں لکھا ہے۔ اس سلسلہ بیعت کے علاوہ اعلیحضرت علیہ الرحمۃ کے چاروں مصافحوں میں بھی ان دونوں بزرگوں کا ذکر آتا ہے اور حدیث مسلسل بالاولیت میں بھی) کیونکہ اس میں حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم تک صرف تین واسطے ہیں۔ آپ حضرت شاہ آل رسول کے ہاتھ پر بیعت، وہ حضرت شاہ عبدالعزیز سے، وہ خواب میں خیبر شکن مرحب فگن حضرت علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور ظاہر ہے شیر خدا رضی اللہ عنہ حضور رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا کے دست۔ ید اللہ پر بیعت ہونے کا شرف رکھتے ہیں۔ اب اگر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اعلیحضرت کے پیر واستاذ حضرت شاہ آل رسول قدس سرھم کے پیر و اُستاذ ہیں۔ تو غور کیجئے مجددی اثرات نے کس کس کو کس طرح دامن میں لیا اور کس انداز میں نوازا۔

بلاشبہ حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی ہیں مجدد الف (ثانی) اور حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی مجدد مأۃ (رضی اللہ عنہما) مگر منصب تجدید کے اشتراک کا تقاضا یہ تھا کہ اگرچہ موخر الذکر بزرگ پہلے کے وصال (۱۰۳۴ھ) کے پورے دوسو اڑتیس سال بعد (۱۲۷۲ھ) میں دنیا میں تشریف لائے دونوں کی بنیادی ذمہ داریوں کی یکسانیت کی وجہ سے دونوں کا رنگ طبع اور طرز بیان ایک جیسا ہو چنانچہ ایسا ہی ہو بلکہ بعض اوقات تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ مجدد الف ثانی ہی مجدد مأۃ کی زبان پر بول رہے ہیں۔ وہ مقامات جہاں دونوں حضرات نے رد کفر و شرک و بدعت کیا ہے۔ یہ حقیقت اور بھی نمایاں ہو جاتی

ہے۔ بر صغیر میں اعلیحضرت سے قبل سینکڑوں صوفیا علما نے کتابیں تصنیف کیں۔ مگر زبان و بیان کی مماثلت جو فاضل بریلوی کو حضرت شیخ مجدد سے حاصل ہے۔ غالباً اس حد تک اور کہیں نہیں۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے فاضل جلیل محقق شہیر حضرت علامہ غلام مصطفےٰ صاحب مجددی سلمہ (جاہ النبی الکریم علیہ الصلوۃ والسلام کی محققانہ وادیبانہ تصنیف لطیف "حضرت مجدد الف ثانی اور امام احمد رضا بریلوی" جو بر صغیر کے علمی حلقوں سے خراج تحسین وصول کر رہی ہے) دور کیوں جایئے۔ حضرت شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ جن کا اعلیحضرت کو غایت درجہ ادب واحترام مقصود تھا، سے بھی انداز بیان کی یہ مناسبت نظر نہیں آتی۔ اب یہاں

حضرت مجدد الف ثانی کا ایک فیصلہ کن ارشاد پیش کیا جاتا ہے۔ : آپ فرماتے ہیں۔

"عین الیقین اور حق الیقین کی نسبت کیا کہوں اگر کہوں تو کون سمجھے گا۔ یہ معارف ولایت کے احاطہ سے خارج ہیں۔ ارباب ولایت مثل علمائے ظواہر کے ان کے سمجھنے میں عاجز ہیں اور اس کی دریافت میں قاصر ہیں۔ یہ علوم انوار نبوت کی مشکوۃ سے اقتباس کئے گئے ہیں (ارباب نبوت پر درود وسلام و تحیہ ہو) جو الف ثانی (دوسرے ہزار) کی تجدید کے بعد تبعیت اور وراثت سے تازہ ہوئے ہیں اور تر و تازگی کے ساتھ ظہور میں آئے ہیں۔ ان علوم و معارف کا صاحب اس موجودہ الف کا مجدد ہے چنانچہ جو لوگ اس کے علوم و معارف دیکھتے ہیں جو ذات و صفات و افعال اور احوال و مواجید و تجلیات و ظہورات کے متعلق ہیں۔ ان پر یہ امر پوشیدہ نہیں اور وہ جانتے ہیں کہ یہ علوم و معارف علماء کے علوم اور اولیاء کے معارف سے پرے کے ہیں۔ بلکہ علماء و اولیاء کے علوم ان علوم کی نسبت پوست ہیں اور یہ

معارف اس پوست کا مغز ہیں۔ اللہ پاک ہادی ہے اور معلوم رہے کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد گزرا ہے لیکن صدی کا مجدد اور ہے اور الف (ہزار) کا اور۔ سو اور ہزار میں جتنا فرق ہے۔ اتنا ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ ان کے مجددوں میں بھی فرق ہے۔ مجدد وہ ہوتا ہے کہ اس مدت میں جو فیوض امتیوں کو پہنچتے ہیں خواہ وہ اس وقت کے اقطاب و اوتاد اور ابدال و نجبا ہوں۔ اسی کی وساطت سے پہنچتے ہیں۔

خاص کند بندہ مصلحت عام را خدا مصلحت عامہ کے لئے کسی بندے کو مخصوص کر دیتا ہے" (مکتوبات دفتر دوم، مکتوب، ترجمہ عبارت از علامہ نور بخش توکلی)

آخری جملوں کی مزید تشریح کے لئے حضرت شاہ عبداللہ معروف بہ غلام علی دہلوی قدس سرہ جنہیں تیرھویں صدی کا مجدد اور اپنے دور کا قیوم کہا جاتا ہے۔ کی طرف آیئے آپ فرماتے ہیں۔

" راہ ولایت کے کھلنے کا واسطہ جناب امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا وجود باجود ہے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس توسط میں شریک ہیں۔ اس کے بعد بارہ میں سے باقی امام اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ولایت کی اس امانت کا بوجھ اٹھانے والے ہیں۔ لیکن اس دوسرے ہزار میں حضرت مجدد الف ثانی قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہ السامی بھی اس امر میں شریک ہیں یہ بات ثابت ہے کہ اس دوسرے ہزار میں جو شخص درجہ ولایت کو پہنچتا ہے، خواہ وہ کسی خاندان میں مرید ہو، اس کے لئے بغیر ان کی وساطت کے ناممکن ہے۔ وہ ان کی توجہ و امداد سے ان مرحلوں کو طے کرتا ہے، اگرچہ قطب و ابدال و اوتاد و غوث ہوں۔ یہ ضروری نہیں کہ سالکین حضرت مجدد کی توجہ اور مدد کی خبر وا گاہی بھی رکھتے ہوں۔ (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ ۳۳۴)

حضرت سیدنا مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ غلام علی قدس سرہما کے ان ارشادات کی تائید کرنے والے ایک دو نہیں، بیسیوں اکابر ملت ہیں جنھوں نے اپنے اپنے دور میں مجددی فیوض وبرکات سے مشرف ہو کر ایک دنیا کو دین کی راہ پر چلایا۔ سالک و مجذوب بزرگوں نے اپنے اپنے رنگ میں اور عالم و امی حضرات نے اپنے اپنے انداز میں حضرت شیخ مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیض عام کا ڈھنڈورا پیٹا۔ چورہ شریف، علی پور شریف، قصور شریف، شرقپور شریف، آلو مہار شریف، قلعہ شریف جیسے عظیم و نامور مجددی آستانے تو محض پنجاب (پاکستان) میں ہیں ان کے علاوہ سندھ، سرحد اور بلوچستان میں کئی مرکزی خانقاہوں کا تعلق بھی اسی خانوادہ نور و نکہت سے ہے۔ پھر بھارت میں سیکڑوں چھوٹے بڑے آستانے اسی مجددی فیض کے میخانے ہیں۔ یہاں سے نکل کر باقی عالم اسلام کی وسعتوں میں پھیل جایئے اور ان کے سربر آوردہ مشائخ کو گننے کی کوشش کیجئے جنھیں حضرت شیخ مجدد کی غلامی پر فخر و ناز ہے تو آپ گن نہیں سکیں گے دور آخر کے وہ امی بزرگ جو حضرت سیدنا عبدالعزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرح اپنے اپنے زمانے میں مختلف علوم وفنون کی پیچیدہ ترین گتھیاں سلجھاتے رہے مثلاً مطلع انوار حضرت سائیں توکل شاہ صاحب انبالوی اور مخزن اسرار حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب لاثانی علی پوری قدست اسرار ہما بھی اسی فیضان مجددی کے وارث ونقیب تھے۔ یہ حضرات جو اپنے علم لدنی سے بڑے بڑے محقق علما کو ساکت و حیران کر دیتے تھے، اگر سیدنا مجدد الف ثانی کے علوم و معارف اور عظمت شان کی تصدیق فرماتے ہیں تو اہل انصاف کے ہاں اس کی بڑی وقعت ہونی چاہئے۔ خیال فرمایئے دنیا بھر کے کثیر اولیائے کرام علیھم الرحمہ اگر توثیق فرماتے ہیں اور حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ نے جن منازل عروج کی نشاندہی

فرمائی ہے ان پر فائز ہو سکیں تو کیا یہ آپ کے برپا کئے ہوئے عظیم عرفانی وروحانی انقلاب کا منہ بولتا ثبوت نہیں۔ جن حضرات کو کسی منزل کے تعین میں اختلاف ہے انکار نہیں، اور اختلاف بھی اسی لئے ہے کہ اس منزل مخصوص تک ان کی رسائی نہیں ہو سکی، نیز اس سلسلے میں حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ کا یہ جملہ بھی پیش نظر رہنا چاہئے (جو اوپر گزر چکا ہے ،یعنی)

"یہ ضروری نہیں کہ سالکین حضرت مجددی کی توجہ اور مدد کی خبر و آگاہی بھی رکھتے ہوں،، سیدنا مجدد الف ثانی کا یہ فیض روحانی تذکیری اور کشفی قسم کا ہی نہیں بلکہ علمی، تبلیغی اور تحریکی بھی ہے، جہاں کہیں اسلام پر نازک وقت آیا ہے، مجددی مستانوں نے آتش نمرود میں کود کر کفر کی آگ کو دین کا گلزار بنانے کی سنت پوری کی ہے۔

کسے معلوم نہیں انگریزوں کے منحوس دور بر صغیر پاک و ہند میں اعلیحضرت بریلوی کی تائید میں بھی مجددی حضرات ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں اور جب غیر ملکی آقاؤں کی شہ پر یہاں گستاخی رسول کے درجنوں دروازے کھولے جا رہے تھے انھیں بند کرنے میں ان حضرات کی علمی و روحانی کاوشیں کسی طرح بھی کم اہم نہیں۔ لاکھوں کروڑوں عوام جو ان کے آستانوں سے وابستہ تھے، ایمان و عشق پر ثابت قدم رہے ہیں تو اس میں ان کے فیض کا بہت عمل دخل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور پر نور ﷺ کی محبت کو دلوں میں اجاگر و راسخ کرنے کا فریضہ سب سلاسل کے اولیائے کرام نے سرانجام دیا اور سب کے سب سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح اکٹھے ہو کر ایک دوسرے کی تائید و توثیق سے اس راہ پر گامزن رہے۔ بعض مورخوں کا خیال ہے کہ دور فرنگ سے پہلے تک برعظیم میں جتنے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے، ۱۸۵۷ کی جنگ آزادی میں ہزاروں کی تعداد میں شہید

ہوئے اور اقتصادی طور پر از حد تباہ ہونے کے باوجود نیز انگریزوں اور ہندوؤں کی ناپاک سازشوں کے باوجود اس دور میں اس سے کہیں زیادہ دامن اسلام میں آئے، گویا اکابر اولیاء اللہ کی بہترین مخلصانہ تبلیغی مساعی سے کئی صدیوں میں مسلمان ہونے والوں کی تعداد سے اس ایک ڈیڑھ صدی کے نو مسلموں کی تعداد زیادہ تھی بلاشبہ اس کی اصل وجہ تو تائید ربانی ہی ہے جس کا ظہور آج بھی دیکھا جا رہا ہے۔ یعنی وہ امریکہ جو اسلام کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ خود تیزی سے اس کی آغوش میں آرہا ہے، گویا

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اُتنا ہی یہ پھیلے گا، جتنا کہ دبا دیں گے

مگر ظاہری سبب اولیائے کرام کے یہ مقدس روحانی آستانے بھی ہیں اور ان روحانی آستانوں میں خصوصیت سے مجددی خانقاہوں کا فیض بھی از حد نمایاں ہے۔ پھر ان مجددی خانقاہوں میں کتنی ہی ایسی ہیں جو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی روحانی ہی نہیں نسبی اولاد سے متعلق ہیں۔ پنجاب، سندھ، سرحد کے علاقے ان کے فیض سے سیراب ہو رہے ہیں تو افغانستان کا چپا چپا بھی ان کی روحانی برکات کی گواہی دے رہا ہے۔ بلکہ شام، یمن، ترکی اور دوسرے مسلمان ممالک میں حضرت شیخ مجدد رضی اللہ عنہ کے فیضان اپنا رنگ جمائے ہوئے ہیں اور ان کے علاوہ وہ بیسیوں علاقے جہاں آپ اور آپ کے جانشینوں کے خلفا پہنچے آج تک ان کے بے پناہ اثرات و فتوحات سے منور ہیں

سرخی خار مغیلاں سے پتا چلتا ہے
تیرے دیوانے یہاں آئے یہاں تک پہنچے

جہاں بھی اسلام کے احیاء کے اور ملت اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ کی تحریک اٹھی ہے، غلامان

مجدد اس کا ہر اول دستہ بنتے ہیں۔

انگریزوں کے اسی تاریک دور میں ترجمان حقیقت حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال علیہ الرحمہ کی خدمات یا احسانات کا کون انکار کر سکتا ہے۔ جدید تعلیمی ادارے جن میں جدید سائنس، جدید فلسفہ اور جدید نفسیات نے معلمین اور متعلمین کو اسلام سے بہت دور کر دیا تھا اور دینی گھرانوں کے چشم و چراغ بھی ان علمی فضاؤں میں مبہوت ہو کر احساس کمتری کا شکار ہو رہے تھے، یہ اقبال کا بہت بڑا کارنامہ ہے کہ انھیں اس بے یقینی، تیرہ فکری اور احساس کمتری کی شب سیاہ سے نکال کر صبح یقین و ایمان تک پہنچایا انھیں عشق رسول ﷺ سے مالا مال کیا، مذہب کی ضرورت و اہمیت ان کے ذہن نشین کرائی اور قرآن پاک کی عظمت سے آگاہ کیا۔ اقبال کی جدو جہد سے بڑے بڑے سیاستدان، مقنن، فلسفی اور سائنسدان اسلام کے سامنے سرنگوں ہوئے۔ تبلیغی نقطہ نظر سے شاید یہ مشکل محاذ تھا جسے شاعر مشرق نے سنبھالا۔ اقبال طریقت کے اعتبار سے اپنے والد محترم شیخ نور محمدؒ کے سلسلہ قادریہ میں مرید تھے اور باشعور قسم کے قادری تھے ایک مدت تک وحدۃ الوجود کے علمبردار رہے۔ یورپ کی عظیم یونیورسٹیوں میں شیخ اکبرؒ کے نقطہ نظر پر لیکچر دے چکے تھے۔ لیکن جب حضرت شیخ مجدد کے مکتوبات کا مطالعہ کیا تو کایا ہی پلٹ گئی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اقبال کو عظیم اقبال بننے کی سعادت ملی تو یہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کا فیض تھا۔ جب وہ خانقاہ نشین صوفی سے فرما رہے تھے کہ

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری
کہ فقر خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری

تو اس وقت بھی اُن کے سامنے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی سیرت کا تصور

تھا۔ ہاں ہاں ذرا اقبال کے پیغام کو پڑھتے جایئے اور غور کرتے جایئے آپ تصدیق کرنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ قلندرِ لاہوری کی زبان پر فیض سرہندی بول رہا ہے۔ ذرا لب و لہجہ تو پہچانیے۔

یہ ذکرِ نیم شبی، یہ مراقبے، یہ سرور
تیری خودی کے نگہباں نہیں تو کچھ بھی نہیں

حقیقت یہ ہے کہ گلشن اور بوستان کے اسرار اقبال پر مکتوبات شریفہ کی برکت سے ہی کھلے ہیں، اس لئے جب وہ 'وحدۃ الشہود' سے سرشار ہو کر اسلام کی انقلابی دعوت سے دورِ حاضر کے علمی میدانوں میں گونج رہے تھے۔ تو بارہا صاحبِ مکتوبات سے استمداد بھی کرتے تھے مثلاً ایک غزل جو بالِ جبریل کی زینت ہے۔ گویا بارگاہ مجددی میں ایک دردمند کی فریاد ہے۔ مطلع اور دوسرا شعر یوں ہے۔

لا پھر اک بار وہی بادہ و جام اے ساقی
ہاتھ آ جائے مجھے میرا مقام اے ساقی
تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی

اور پھر کس دکھ سے قوم کی فکری و عملی سہل انگاری کا رونا روتے ہیں (اور حضرت شیخ مجدد کی ایمان افروز علمی و روحانی تحقیق کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

شیر مردوں سے ہوا بیشہ تحقیق تہی
رہ گئے صوفی و ملا کے غلام اے ساقی!

آخر میں 'حسن طلب' کا انداز ملاحظہ ہو!

تو میری رات کو مہتاب سے محروم نہ رکھ
ترے پیالے میں ہے ماہِ تمام اے ساقی

یہ تھے مفکرِ پاکستان حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمۃ۔ جنھوں نے جدید زبان میں قدیم اسلام کی ترجمانی کی، اور ملت اسلامیہ کو قوتِ عشق سے لیس ہو کر دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کرنے کی تلقین فرمائی، مگر کس کی رہنمائی سے، حضرت شیخ مجدد رضی اللہ عنہ کی نگاہِ کیمیا اثر کی رہنمائی سے یہی وجہ تھی کہ اقبال کو بارگاہِ رسالت علی صاحبہا الصلوۃ والسلام سے جو 'مژدۂ رضا' ملا، اُس کی خبر بھی حضرت شیخ مجدد رضی اللہ عنہ ہی نے سنائی۔ لیجئے اس کی روداد بھی سن لیجئے۔ (حضرت اقبال ۱۹۳۵ء میں ایک خواب کی تعمیل میں سرہند شریف حاضر ہوئے، مزار شریف پر ایک گھنٹے تک مراقبے میں رہے۔ آگے ان کی اپنی زبانی سنئے)

"حضرت مجدد کی روح میری طرف محبت آمیز رنگ میں متوجہ رہی۔ مجھے ماحول کا احساس نہیں رہا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت کے سامنے بیٹھا ہوں اور حضرت مجھ سے فرما رہے ہیں کہ تمہاری دینی خدمات سرکار دوعالم ﷺ کی بارگاہ میں مقبول ہو گئی ہیں۔ آنحضور ﷺ کی تم پر خاص نگاہِ کرم ہے۔ میرے قلب میں سوز و گداز کی ایسی کیفیت پیدا ہوئی جس کا اظہار لفظوں میں نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔ الخ (حضرت مجدد الف ثانی اور ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم از مسعودِ ملت ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ)

یہ اقبال ہی تھے جنھوں نے محمد علی جناحؒ جیسی شخصیت سفینۂ ملت کو ساحل آشنا کرنے کے لئے تیار کی۔ بانی پاکستان نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے جب مسلمانوں کے لئے ایک نیا وطن حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کا آغاز کیا تو تمام علماء و مشائخ اہل سنت

نے ان کا بھرپور ساتھ دیا۔ نقشبندی، قادری، چشتی، سہروردی تمام اکابر نے بیک آواز خلوص و للّٰہیت کے ساتھ حضرت جناح سے تعاون کیا اور پاکستان بنا کے دم لیا۔ حضرت مولانا محمد بخش مسلم نقشبندی مجددی علیہ الرحمۃ (سابق خطیب مسلم مسجد لاہور) جو آفتاب طریقت، شیر ربانی، حضرت میاں شیر محمد صاحب، شرقپوری قدس سرہ کے مرید، حضرت اقبال کے شاگرد و ہمنشیں اور حضرت جناح کے ایک سپاہی تھے، بیان فرمایا کرتے تھے کہ محمد علی جناح کو قائد اعظم بھی سب سے پہلے ایک نقشبندی مجددی بزرگ امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا ۔ آپ نے اس موقع پر یوں گہر افشانی کی تھی۔

'اے محمد علی جناح، میری قوم مجھے امیر ملت کہتی ہے، میں آپ کو 'قائد اعظم' کہتا ہوں۔

پھر حضرت 'قائد اعظم' کو بارگاہِ رسالتمآب ﷺ کے حوالے سے کامیابی کی خبر بھی حضرت شیخ مجدد علیہ الرضوان کی اولاد کے ایک عظیم فرد یعنی حضرت قبلہ پیر غلام محمد مجددی علیہ الرحمۃ نے دی تھی۔ (تفصیل ملاحظہ ہو۔ قائد اعظم نے اپنے خاص رفقاء موسیٰ قلعہ دار اور محمد علی ضیاء کے ذریعے آپ کو (یعنی حضرت پیر غلام محمد مجددی علیہ الرحمۃ کو) یہ پیغام بھجوایا کہ میری رہبری اور راہنمائی فرمائیں کہ پاکستان کے حصول کے لئے جو میں جدوجہد کر رہا ہوں اس میں مجھے کامیابی حاصل ہو گی یا نہیں۔ آپ نے قائد اعظم کو کہلوایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تمہارے سر پر پگڑی بجو رہی تھی حضور سرور کائنات سرکار دوعالم ﷺ نے اس کو درست فرما یا ہے۔ لہذا مطمئن رہو انشاء اللہ پاکستان ضرور بنے گا اور اس کا سہرا تمہارے سر پر ہی ہو گا۔ (تجلیات ضیائے معصوم از ڈاکٹر صاحبزادہ

ابوالخیر محمد زبیر))بلمحہ دو قومی نظریہ پاکستان کی بنیاد بنا،اس کی زبردست علمبرداری حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے فرمائی تھی چنانچہ مکتوبات شریفہ اس پر شاہد عادل ہیں۔ تحریک پاکستان میں فیض مجددی کی یہ ادنیٰ سی جھلک ہے،ورنہ تفصیل کی اس مختصر سی تحریر میں کہاں گنجائش ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عالم اسلام میں جہاں کہیں بیداری کی کوئی لہر اُٹھتی ہے،اس میں بالواسطہ مجدد الف ثانی علیہ الرضوان کے غلام شامل ہوتے ہیں۔ ترکی ہی کو لے لیجئے۔ آجکل وہاں فوجی ملحدوں کی حکومت ہے اور اتاترک کے زمانے سے وہاں الحاد کی نحوست عام ہے تاہم اسلام کے دفاع کی سعادت کا سہرا وہاں جن قوتوں کے سر سج رہا ہے۔ اُن میں سے اکثریت کا تعلق آستانِ مجدد سے ہی ہے۔ یہ کتنی دلچسپ بات ہے کہ سعودی حکومت کے مفت تقسیم کرنے والے وہابی لٹریچر کا سب سے زیادہ موثر، مسکت اور جامع جواب اہل سنت کا جو ادارہ دے رہا ہے۔ وہ بھی ترکی ہی کا مکتبہ ایشیق ہے۔ فیضانِ مجددی کا شہکار علمی واشاعتی ادارہ کروڑوں کی تعداد میں بڑی بڑی ضخیم اور مختصر کتابیں شائع کر کے حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ کی تعلیمات و تحقیقات کی روشنی میں ساری دنیا میں انھیں مفت تقسیم کر رہا ہے۔ مثلاً آپ پاکستان سے یا کسی ملک سے اُنھیں ایک خط لکھ دیں کہ میرے بیس دوستوں کے پتوں پر فلاں فلاں کتاب بھیج دیں۔ وہ بھیج دیں گے اور آپ سے ڈاک خرچ تک بھی نہیں لیا جائے گا۔ یہ کتابیں عربی، فارسی، ترکی، اردو، انگریزی، فرانسیسی اور غالباً بعض دوسری زبانوں میں شائع کی جاتی ہیں۔ اور یوں بہت وسیع پیمانے پر اسلام اور سواد اعظم کا موثر دفاع کیا جا رہا ہے۔ ان میں حضرت مجدد الف ثانی اور اُن کے روحانی و نسبی خانوادے کی تصانیف کے علاوہ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی شیخ الاسلام علامہ یوسف نبہانی اور دیگر عرب و عجم کے علماء ئے اہل سنت کی تحریریں بھی شامل ہیں۔ غور

فرمایئے حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی نے اپنے دور کے دو جابر سلطانوں کے خلاف تقریری و تحریری جہاد کیا اور جناب حلمی ایشیق نے اسی سنت مجدد کو مطمحِ نظر بنا کر اپنے دور کی ملحدی حکومت سے مقابلہ کیا۔

جہاں تک حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ کے اس فیض کا تعلق ہے جو ملت کی مردہ رگوں میں خونِ زندگی دوڑاتا ہے۔ میں بھی ایک چشم دید واقعہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ ہوا یہ کہ ۱۹۹۰ء میں جب دوسری بار سرہند شریف کی حاضری کا شرف ملا تو مجھے بار بار علامہ اقبال کے درج ذیل دو شعر یاد آتے تھے جن میں آپ نے ایک عرب مجاہدہ فاطمہ بنت عبداللہ جو طرابلس کی جنگ میں غازیوں کو پانی پلاتی ہوئی شہید ہوئی تھی سے خطاب کیا ہے۔

ہے کوئی ہنگامہ تیری تربتِ خاموش میں
پل رہی ہے ایک قوم تازہ اس آغوش میں
بے خبر ہوں گرچہ ان کی وسعتِ مقصد سے میں
آفرینش دیکھتا ہوں اُن کی اس مرقد سے میں

میرا نقطہ نظر یہ تھا کہ اگر فاطمہ بنت عبداللہ علیہاالرحمۃ کی قبر کے ہنگامے سے ایک تازہ دم اور شعلہ سرشت قوم پیدا ہو سکتی ہے۔ تو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مزار پُر انوار سے اس سے بھی زیادہ انقلابی لوگ تیار ہونے چاہئیں۔ دربار مجدد کی نورانی فضاؤں میں مجھے اکثر یہی خیال رہتا۔ ایک روز دوپہر کا وقت تھا کہ دربار لاثانی کے وزیر اعظم، حاجی محمد مقبول احمد علیہ الرحمہ جو میرے اس سفر کا سبب بنے تھے، فرمانے لگے، جاؤ اور باہر سے سیب لاؤ باہر نکلا تو سڑک کے قریب ہی دوسری طرف ایک عظیم

الشان پنڈال میں جلسہ ہو رہا تھا میں حیرت زدہ ہو کر وہیں بیٹھ گیا تو دیکھا جوان، بوڑھے اور بچے، علما اور صحافی، شاعر اور نعت خواں سب اپنی اپنی باری سٹیج پر آتے تھے اور نظم و نثر میں اسلام کی خاطر بوقتِ ضرورت اپنا تن من دھن قربان کر دینے کا اعلان بھی کرتے تھے اور حکومت ہند کی اسلام کش پالیسیوں پر برس بھی رہے تھے مثلاً ایک بوڑھا لبلبا انتہائی جوشیلے انداز میں بازو لہراتا تھا اور بار بار آواز دیتا، آؤ مجھے پکڑو میں حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی شمعِ رسالت کا پروانہ ہوں۔ ایک اور خطیب نے ہندوؤں سکھوں کے قبضے سے بعض مساجد کے واگزار کرنے کا تذکرہ بھی نہایت ایمان افروز انداز میں کیا، ملیر کوٹ کا ایک صحافی دعوت دے رہا تھا کہ جس شخص کی فریاد کوئی نہیں چھاپتا، میرے پاس آئے ہیں۔ اپنے اخبار میں اُس کا بیان دوں گا۔ حقیقت یہ ہے کہ میں نے شاید ساری زندگی میں ایسا ایمان افروز منظر کبھی نہیں دیکھا، گویا 'قومِ تازہ' کے بارے میں جو خیال بار بار آرہا تھا، سیدنا حضرت مجدد قدس سرہ نے اپنے تصرف سے اُس کا نقشہ دکھا دیا۔ ہندوستان میں اسلام کے مستقبل کے سلسلے میں جو خدشات دل و دماغ کو پریشان کر رہے تھے، یکسر دور کر دیئے۔

حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ کے عرس مقدس میں شمولیت کیلئے کچھ لوگ جن کا تعلق آستانہ شاہ لاثانی سے تھا اور حاجی مقبول احمد صاحب سے قیامِ پاکستان سے پہلے کی جان پہچان رکھتے تھے، جموں کشمیر کے علاقے سے آئے تھے۔ یہ پہلے بریلی شریف میں اعلیحضرت فاضل بریلوی کے عرس (۲۵ صفر) میں اور پھر یہاں مجدد صاحب کے عرس (۲۸ صفر) میں شامل ہوئے تھے۔

اُنھوں نے بریلی شریف کے عرس کی روداد سنائی اور حضرت مولانا عبید اللہ مدظلہ

کی باطل سوز تقریر کا ذکر کیا (جس میں اُنھوں نے حکومت ہند کے مسلم کش رویے پر سخت تبصرہ کیا تھا اور اُن کشمیری مجاہدوں کے ایمان افروز کارنامے بھی بیان کئے جو ایمان اور جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر مسلح اور بے رحم بت پرستوں کے ناپاک عزائم کو مٹی میں ملا رہے ہیں اور ابھی تک اُنھیں ذلالت و ہلاکت کے جہنم میں دھکیل رہے ہیں) گویا یہ ملاقات بھی 'قومِ تازہ' کی نمود کا ایک پیغام تھی۔

حضرت شیخ مجدد کی عظمتوں کا اجمالی تعارف : گذشتہ صفحات کو ایک دفعہ پھر غور سے پڑھیے اور ذہن نشین کرنے کی کوشش کیجئے کہ حضرت شیخ ہی تو ہیں۔

۱۔ جنھیں حضور سرورِ کائنات اعلم موجودات ﷺ کی 'حدیث صلہ' کا مصداق ٹھہرا لیا گیا (آپ سے پہلے کسی بزرگ نے اپنے 'صلہ' ہونے کا دعویٰ کیا نہ کسی مجدد مجتہد اور صوفی و عارف نے)

۲۔ جنھیں غوث اعظم شہنشاہِ بغداد رضی اللہ عنہ نے کئی صدیاں پہلے ہی اپنے جبے سے مختص کر کے عظمتِ ولایت کی بشارت دے دی تھی۔

۳۔ جنھیں حضرت خواجہ باقی باللہ رضی اللہ عنہ نے سفرِ ہند کا مقصود قرار دیا اور عظیم و جلیل مقامات و درجات کی پیش گوئی فرمائی۔ (حضرت خواجہ شیخ عبد الحق دہلوی کے بھی پیر و مرشد ہیں رضی اللہ عنہ)

۴۔ جن کی ولادت سے قبل بھی مختلف اولیائے اکابر رضی اللہ عنہم نے رفعت شان کا ذکر کیا تھا۔

۵۔ جن کے والدِ ماجد حضرت شیخ عبد الاحد رضی اللہ عنہ کو خواب کے ذریعے آپ کی عظیم خدمات و احسانات کی بشارت دی گئی۔

٦۔ جن کے بچپن میں حضور غوث الورا رضی اللہ عنہ کے سچے وارث حضرت شاہ کمال کیتھلی رضی اللہ عنہ نے بھی صحت ورفعتِ کمالات کی نوید سنائی۔

٧۔ جنھوں نے 'اکبر' کے مسلم کش اور اسلام دشمن دور میں تحفظ اسلام کا بیڑا اُٹھایا اور اس تاریک ترین عہد میں بھی دین حق کی شمع روشن رکھی۔

٨۔ جن کے تربیت یافتہ روسا و زعمائے جہانگیر کا تخت نشینی کے مسئلے میں ساتھ دے کر اکبری طرز حکومت کا خاتمہ کرادیا۔

٩۔ جنھوں نے جہانگیر جیسے فاجر وجابر بادشاہ کے منہ پر کلمہ حق کہہ کر ہی بہترین جہاد کا شرف حاصل نہیں کیا بلکہ قول کے مطابق عمل بھی کیا (یعنی صرف سجدہ تعظیم کا زبان سے انکار نہیں کیا بلکہ عمل سے بھی اپنی بات ثابت کر دی۔ جب حق بات کہنے سے ہی افضل الجہاد ہو جاتا ہے تو عمل کرنے والے کا درجہ اس سے بلند تر ہونا چاہیئے)۔

١٠۔ جنھیں محض اسلام کی خاطر قید وبند کی صعوبتوں سے دوچار ہونا پڑا، یہی نہیں جس کی جائیداد کو جلا کر اور تباہ وبرباد کر کے اہل خانہ کو بھی پریشان کیا گیا۔

١١۔ جن کی رہائی خود حضور سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات کے اشارے سے عمل میں آئی۔

١٢۔ جنھوں نے خود کو تصنیف وتبلیغ تک محدود نہ رہنے دیا بلکہ اسلام کے دفاع کے لئے علماء صوفیہ اور اُمرا وحکام کی ایک فوج تیار کی۔ جنھوں نے دور حاضر کی اصطلاح میں چہرے ہی نہیں، نظام بھی بدل کہ رکھ دیا۔ (یاد رہے اسلامی تعلیمات کی اشاعت وتبلیغ کے لئے اور نئے دینی وفکری فتنوں کی سرکوبی کے لئے کتابیں لکھنا اور ہے۔

اور انقلاب کے ذریعے فتنوں کا قلع قمع کر کے دین کی حفاظت کرنا اور ہے۔ ہاں ہاں، اپنی بات سنانا اور ہے اور اپنی راہ پر چلانا اور)

١٣۔ جن کے فیض سے یہ اسلامی انقلاب اتنا جامع اور ہمہ گیر تھا کہ کم از کم برصغیر کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمۃ کا دور فیضان مجدد کے عروج کا دور تھا جس میں حکومتی سطح پر ہر بدعت کو ٹھکانے لگایا گیا اور اسلام کو کلیات وجزئیات کے ساتھ نافذ کیا گیا۔ ('منصبِ تجدید' کا یہ بے مثال کارنامہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بعد اس شان سے کہیں اور نظر نہیں آتا)۔

١٤۔ جن کا فیضان برعظیم تک محدود نہیں رہا بلکہ دوسرے اسلامی ممالک کے اکثر سلاطین بھی حلقہ بگوش ہو کر اپنے اپنے ملک میں آپ اسلامی نظام کی بالادستی اور کتاب وسنت کو سپریم لاء بنانے کا اہتمام کرتے رہے گویا چند سالوں کے اندر اندر عالم اسلام، اسلام کی حقیقی روشنی اور فیض وبرکت سے جگمگانے لگ گیا۔

١٥۔ حضرت مجدد کا دائرہ تجدید چونکہ ایک صدی تک محدود نہیں تھا لہٰذا آپ کے بعد بھی اسلام پر جب کبھی نازک وقت آیا، مجددی حضرات کی کاوشوں سے طوفانوں کا رخ بدل گیا اور ہر ایسے وقت میں ان کا کردار تاریخ ساز ثابت ہوا۔ مثلاً حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور اُن کے عظیم وجلیل فرزند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہما جیسے مجددی بزرگوں کے علمی، روحانی اور سیاسی کارنامے ملاحظہ فرمائیے (جن کا مختصر ذکر اوپر بھی آچکا ہے)

١٦۔ امت مسلمہ کی بیداری کے لئے جو لوگ میدان میں عمل آتے رہے ہیں اور ان چار صدیوں میں ملت اسلام کے استحکام، سالمیت اور بقا کے لئے جو تحریکیں

بھی چلیں ، ان میں مجددی حضرات کا ظاہری کردار بھی نہایت نمایاں رہا ہے۔ مثلاً چودھویں صدی ہجری کا تاریخ اسلام کی رو سے سب سے بڑا واقعہ 'قیام پاکستان' ہے اس کی تفصیلات بھی اس پر شاہد ہیں۔

۱۷۔ حضرت شیخ مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ ہیں جنھوں نے ولایتِ صغریٰ سے اگلی منزلیں دکھائیں چنانچہ

ایک نقشبندی مجددی محقق و صوفی پروفیسر نور بخش توکلی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ کو طریقہ جدیدہ عطا فرمایا۔ آپ سے پہلے سالک کی سیر صرف ولایتِ صغریٰ یعنی قلب میں منحصر تھی اور شاذ و نادر کسی کو ولایت کبریٰ میں ہوا کرتی تھی مگر خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے حضرت شیخ پر ولایتِ کبریٰ، ولایتِ اعلیٰ، کمالاتِ نبوت و رسالت و اولوالعزم، حقیقتِ ابراہیمی، حقیقتِ موسوی، حقیقت محمدی و احمدی، حب صرفہ و لاتعین اور نیز حقیقت کعبہ، حقیقتِ قرآن، حقیقت صلوٰۃ و معبودیت سب منکشف فرمائے اور آپ نے ان کمالات کی سیر بالتفصیل اپنے صاحبزادوں خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم کو کرائی اور بفضلہ تعالیٰ آپ کے خاندان میں آج تک جاری ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک جاری رہے گی" (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ)

حضرت مظہر جانجاناں قدس سرہ فرماتے ہیں۔

حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نیا طریقہ بیان کیا ہے اور اپنے طریقہ کے مقامات و کمالات تحریر فرمائے ہیں اور اس طریقہ کے برگزیدہ اصحاب جو ان مقامات و واردات پر پہنچ گئے ہیں، ہزاروں سے بھی زیادہ ہوگئے ہیں اور ان مقامات میں کوئی شبہ نہیں

کیونکہ ہزاروں علماء و عقلا کے اقرار سے وہ تواتر تک پہنچ گئے ہیں۔ (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ)

منصب تجدید کی شہرت: حضرات القدس میں فرماتے ہیں

حضرت بدرالدین سرہندی خلیفہ مجاز حضور مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ

'حضرت شیخ مجدد ایک دن قضائے حاجت کے لئے بیت الخلا گئے وہاں مٹی کے ایک ناتمام پیالے پر لفظ مبارک 'اللہ' نقش تھا اور اس سے غلاظت اٹھاتا تھا۔ آپ کی نظر اس پیالے پر اور اللہ کے مبارک نام پر پڑی۔ آپ اسے اٹھا کر باہر تشریف لے آئے اور پانی منگوا کر اپنے ہاتھ سے اس نامکمل پیالے کو پاک کیا اور پھر اسے سفید کپڑے میں لپیٹ کر ادب سے طاق میں رکھ دیا۔ جب پانی نوش فرماتے اسی میں فرماتے، اس سلسلے میں آپ کو الہام بھی ہوا 'تم نے ہمارے نام کا احترام کیا، ہم تمہارے نام کو رفعت دیں گے'

یہ اسی وعدے کا ظہور ہے کہ دنیا بھر کے مسلمان آپ کو امام ربانی اور مجدد الف ثانی کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ بالخصوص 'شیخ مجدد' امام ربانی اور 'مجدد الف ثانی' جیسے الفاظ و تراکیب کا مشار الیہ اور مصداق آپ کے سوا کسی اور کو نہیں سمجھا جاتا۔ جس طرح ہر دور میں کوئی نہ کوئی غوث الاغیاث اور غوث اعظم ضرور ہوتا ہے مگر جب یہ الفاظ زبان پہ آتے ہیں تو ان سے مراد حضور شہنشاہ بغداد رضی اللہ تعالیٰ کی ذات ستودہ صفات ہی ہوتی ہے۔ یعنی منصب غوثیت کا آپ سے اتنا نمایاں تعلق ہے کہ اسے کسی صورت جدا نہیں کیا جاسکتا۔ (یہاں تک کہ دور حاضر کے منکرین اولیاء لفظ 'غوث' سے بہت چڑتے ہیں اور اسے خدا کے سوا کسی اور کے لئے استعمال کرنا 'شرک' جانتے ہیں پھر بھی غیر مقلد ہوں یا دیوبندی اکابر، غوث اعظم اور غوث الثقلین جیسے الفاظ آپ ہی کی شان میں بولے جاتے ہیں) اگر کوئی دوسری شخصیت مراد ہو تو اس کا نام بھی ساتھ لینا پڑتا ہے۔

جب شہنشاہِ بغداد کا منصبِ غوثیت سے ایسا اٹل تعلق ہے تو وہ شخص کتنا عجیب اور کینہ پرور ہے جو کسی دوسرے بزرگ کو تو غوث اعظم مانتا ہو مگر آپ کی غوثیت کا انکار کرتا ہے یا اس زعم میں ہو کہ دوسرے بزرگوں کی غوثیت آپ کی شان غوثیت سے بڑھ کر ہے یا برابر ہے۔ اسی طرح جب کوئی شخص مطلقاً حضرت مجدد یا شیخ مجدد جیسے الفاظ زبان سے نکالتا ہے تو ان سے بولنے اور سننے والے کی مراد صرف اور صرف حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ ہی ہوتے ہیں آپ کے وصال شریف کو تقریباً صدیاں گزرنے کو ہوئیں مگر منکرین اولیاء نے ترکیب (نام) کسی اور کے لئے وضع نہیں کی، بلکہ اُس بغض کے باوجود جو انھیں اکابر ملت سے ہے۔ آپ کے بارے میں 'مجدد الف ثانی' کی ترکیب بول یا لکھ کر کسی قباحت کا احساس ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ میرے ناقص علم میں گولڑہ شریف کے ایک شخص نے اسے آفتاب چشت حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب قدس سرہ کے نام نامی سے چسپاں کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ پیر صاحب علیہ الرحمۃ 'ہزار سال' کے سر پر ظاہر بھی نہیں ہوئے بلکہ تیرھویں صدی ہجری میں پیدا ہوئے اور چودھویں صدی ہجری میں واصل حق ہوئے نیز خود حضرت پیر صاحب علیہ الرحمۃ بھی یہ ترکیب یعنی مجدد الف ثانی کا لقب اپنے لئے نہیں بلکہ خواجہ سرہند رضی اللہ عنہ کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ (جیسا کہ اُن کی اپنی کتابوں سے ظاہر) اسی طرح آجکل کے ایک خوشامدی مولوی نے بھی یہ حرکت کی ہے یعنی اپنے 'قائدِ انقلاب' کو 'مجدد الف ثانی' ثابت کرنے کی افسوسناک کوشش کی ہے حالانکہ یہ قائد صاحب مبینہ طور پر ایسی عورت کے دامِ فریب میں آگئے ہیں جو اسلام دشمنی قرآن دشمنی بلکہ رسول دشمنی میں 'بے نظیر' ہے ہاں اسی قسم کے زبردست مولوی تھے جنھوں نے 'اکبر' کو 'اکفر' بنا دیا تھا۔

تاہم خدا کا شکر ہے، خود 'قائد انقلاب' تاحال حضرت مجدد الف ثانی کہتے ہیں۔

اعلیحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کی علمی خدمات کا کون قائل نہیں۔ یہ آپ کا عظیم کارنامہ ہے کہ جب 'انگریز پرست مجتہدین' اور ہندو پرست محققین امت مسلمہ کا تعلق حضور سرور کونین ﷺ کے در رحمت سے توڑنا چاہتے تھے اور سلف صالحین کے خلاف بغاوت پھیلا رہے تھے آپ نے اپنے خداداد علم اور عشق اور ادب کے ساتھ مرکز گریز رجحانات کا موثر مقابلہ کیا اور کئی فکری و دینی فتنوں کا سدباب کر کے سرخرو ہوئے ، انہیں سے وابستہ کہلانے والے بعض خود سر حضرات (جن کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں) اعلیحضرت کی اپنی روش کے خلاف بزرگوں کو آپس میں لڑانے اور دوسروں کو بزرگوں سے بد ظن کرنے میں لگے ہوئے ہیں) ورنہ الحمدللہ ذمہ دار رضوی حضرات عموما اس قسم کی فتنہ پرور سوچ سے بالاتر ہیں۔ کیونکہ اعلیحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے تمام بزرگوں کا ادب سکھایا ہے۔ اور دوسرے قدیم و جدید اقلیتی فرقوں کے مقابلے میں آپ کی یہ روش عین سواد اعظم کی بہترین ترجمانی تھی ۔

سیدھی سادی بات ہی یہی ہے جس شخصیت کو تم مجدد مِأۃ حاضرہ مجدد اعظم کہتے ہو جب وہ خود بھی کسی فرد اکمل کو مجدد الف ثانی قرار دے رہی ہے تو تمہیں مجدد الف ثانی کہنے سے کیوں گریز ہے اور اگر پھر بھی تمھیں اپنی اس 'بغاوت' پر اصرار ہے تو فرمایئے کیا یہ بغاوت اعلیحضرت فاضل بریلوی سے نہیں۔ سوچئے! کیا تمہارا طرز فکر و عمل کس حد تک اس قوم سے نہیں ملتا جو مولائے کائنات حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے محبت کا دعویٰ کرتی ہے مگر وہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم جن کی بیعت اقتدا اور

مشاورت سے آپ مشرف ہوئے، کی قائل نہیں۔ خدا را سوچیے اور تاریخ کا مطالعہ کرنے کے بعد سوچیے اگر حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ اسلام کا کلمہ بلند نہ کرتے اور اکبر کے 'دین الٰہی' کو پھلنے پھولنے دیتے تو کیا صورتِ حالات ہوتی۔ اگر آپ کے پاس زیادہ ضخیم کتابیں پڑھنے کا وقت نہیں تو یہی چند اوراق کسی قسم کے تعصب سے بالاتر اور انصاف سے 'مزین' ہو کر پڑھ لیجیے، شاید کچھ اجالا نظر آ جائے بر عظیم میں اسلام نزع کے عالم میں تھا، جب حضرت مجدد کی مسیحا نفسی نے نشاۃ ثانیہ بخشی اور خدانخواستہ آپ کا ظہور نہ ہوتا تو نہ یہاں شاہ ولی اللہ اور شاہ عبد العزیز ہوتے اور نہ فاضل بریلوی (علیہم الرحمۃ) نہ کوئی صوفی ہوتا اور نہ محقق۔ آپ کی مساعی جمیلہ کا فیض مخفی نہیں بلکہ روزِ روشن کی طرح سب پر عیاں ہے۔ اپنے محسن کا شکر ادا کرنا چاہیے تاکہ اس سے بغض رکھا جائے۔

اگرچہ اجمالاً یہ بات اوپر بھی آگئی ہے تاہم ذرا تفصیل سے دوبارہ پیش کرتا ہوں مختلف بزرگ جنھیں اپنی اپنی صدی کا مجدد گردانا گیا ہے سب قابلِ احترام ہیں اور اُنھوں نے اپنے اپنے دور میں جو کچھ بھی کیا، کتاب و سنت کی روشنی میں کیا۔ کسی پر بھی یہ اعتراض نہیں کرنا چاہیئے کہ اُنھوں نے عموماً تصنیف و تالیف پر ہی اکتفا کیوں کی اور میدانِ عمل میں آکر وقت کے فرعونوں کے منہ پر کلمہ حق کیوں ادا نہیں کیا۔ حقیقت یہ کہ اپنے اپنے مخصوص حالات میں اسلام کی بہترین خدمت اُسی صورت میں سرانجام ہو سکتی تھی جیسی انھوں نے کی، کتابیں لکھیں، ملحدوں اور اسلام میں رخنہ اندازی کرنے والوں کا منہ بند کیا شاگردوں اور مریدوں کے جتھے تیار کئے اور یہ بھی بہت کچھ ہے، اعتراض کرنے والے اپنے گریباں میں منہ ڈال کر سوچیں، خود انھوں نے اسلام کے دفاع میں کونسا تیر مارا ہے اور کیا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ اور پھر ان بزرگوں کے زمانے کا جائزہ بھی لیں۔ مثلاً اعلیحضرت فاضل

بریلوی قدس سرہ کی ولادت باسعادت جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے لگ بھگ ہوئی۔ کامیابی سے چند سال بعد تک انگریزوں کی حکومت مسلمانوں کو ہر میدان میں دباتی تھی۔ اُن کے مدرسے بند کرتی رہی۔ اُنھیں مفلس و قلاش بنانے کے درپے رہی مگر پھر مذہبی آزادی کا لیبل لگا کر اُس نے حکومتی سطح پر اہل اسلام کے خلاف کسی نمایاں جارحیت کا ارتکاب نہیں کیا۔ سوا اس کے کہ اپنے زر خرید ملاؤں کے ذریعے مسلمانوں میں پھوٹ ڈلواتی رہی۔ گویا غیر ملکی فرنگیوں کی چالیں پس پردہ تھیں اور دیسی ملت فروشوں کی کاروائیاں سامنے اور سرِ میدان۔ اعلیحضرت فاضل بریلوی کے لئے یہی بہتر تھا کہ جو لوگ دشمن کا ہراول دستہ بن کے سامنے آگئے تھے۔ انھیں کو فرار پر مجبور کرتے، چناچہ آپ نے اس محاذ پر جو کامیابی حاصل کی، لائق صد تحسین ہے۔ یعنی جو ملا انگریزوں کے اشارے پر کتاب و سنت کی من مانی تشریحات سے توحید و رسالت اور دیگر عقائد کا حلیہ بگاڑ رہے تھے۔ اُنھیں کا توڑ کیا اور یقیناً یہ بہت بڑی خدمت تھی۔ چنانچہ اگر کوئی ملا نبوت کا دعویٰ کر رہا ہے یا 'ختم نبوت' کا نیا مفہوم گھڑ رہا ہے۔ تو ملکِ رضا کا خنجر خونخوار اُس کی 'تحقیق' کا خون بہانے پر تل گیا۔ اگر کسی نے معاذ اللہ 'صدق باری' یا صدق رسالت' کے خلاف منہ کھولا تو بریلی کا مردِ قلندر کتاب و سنت کا لٹھ لے کر اُس کے پیچھے پڑ گیا۔

مختصر یہ کہ اسلام کے خلاف جس قسم کی سازشیں ہو رہی تھیں اُن کا جواب اُسی انداز میں موزوں تھا، جو اعلیحضرت نے اپنایا۔ رہ گیا کھلم کھلا جہاد بالسیف، تو اس کا وہ موقع نہیں تھا۔

بہر حال ہر مجدد صدی نے اپنے دور کی ضروریات اور حالات کے مطابق اسلام کی عظیم الشان خدمات سرانجام دیں تاہم حکومتِ وقت کا صبر و استقامت کے ساتھ مقابلہ

اور اس کی بتدریج اصلاح کرنے کی جو سعادت و عظمت قدرت نے الف ثانی کے مجدد کے لئے مختص کر رکھی تھی، اس کا جواب نہیں۔ ہمیں ٹھنڈے دل سے اپنے ہر محسن کا اعتراف کرنا چاہئیے اور ہر ایک کے احسان کے مطابق اس کا شکریہ ادا کرنا چاہئیے۔ اس معیار پر یقیناً ان مجددانِ ماسبق میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی خدمات و احسانات بھی بے شمار ہیں اور اُن کی تجدید کا دائرہ بھی ہمہ جہت ہے۔ اگر واقعی ہماری محبت کا محور حضور پر نور ﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات ہے تو پھر جس جس نے جتنی جتنی آپ کے مشن کی خدمت کی اور آپ کی وراثت کا حق ادا کیا ہمارے پیش نظر رہنا چاہئیے۔

<u>دورِ حاضر کا تقاضا</u> : موجودہ دور میں اسلام کے دشمن مختلف گروہوں میں تقسیم ہونے کے باوجود اسلام دشمنی میں متحد و سرگرم ہیں۔ ہندو، عیسائی، یہودی، سب کو اسلام سے پرخاش ہے۔ ہر ایک گروہ اس شمعِ حق کو بجھانے کے درپے ہے (معاذ اللہ) دشمن ہشیار ہیں اور ہمارا نام و نشاں تک مٹا دینا چاہتے ہیں۔ اپنے اپنے طور پر سب نے دہشت گردوں کی فوجیں تیار کر رکھی ہیں۔ اگرچہ بظاہر حمایتِ صحابہ، دفاعِ اہل بیت یا کشمیر کا نام لیتے ہیں مگر سب اپنے مذہب کی حفاظت اور مخالف کی بیخ کنی چاہتے ہیں۔ ایک ہم ہیں کہ نہ کچھ کرتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں۔ بزرگانِ دین نے ہمیں اکٹھا کیا اور ہم اُنھیں بزرگوں کو لڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔ نقشبندی، قادری، چشتی اور سہروردی سب ایک رہے ہیں اور اب بھی ایک ہیں مگر ہماری سادہ دلی کہ انتہائی ضرورت کے وقت بھی ہمارا یہی ایک شغل رہ گیا ہے کہ زیادہ سے زیادہ تفریقات پیدا کی جائیں۔ چاہئیے تو یہ تھا کہ وہ گروہ جس کا تعلق صحابہ کرام، اہل بیت اطہار، مجتہدین اور مجددین کے ساتھ ہے وہ میدان عمل میں اترتا اور اسلام کا دفاع بھی کرتا (کہ حقیقی اسلام کا وارث یہی ہے) نیز اپنے عوام کو

بیدار اور منظم کرتا، مگر کسے یہ توفیق!

اعلیحضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں یہی کام کیا اور خدا کے فضل سے اُن تمام طاقتوں کا مقابلہ کیا جو اسلام یا اس کی بہترین جماعت یعنی اہل سنت کے خلاف تھیں۔ خود قادریت کے غلبے کے باوجود چاروں سلاسل میں مجاز تھے اور چاروں سلاسل کے مشائخ نے بھی دل کھول کر آپ کی تائید فرمائی۔ گستاخانِ رسول اور محرفینِ کتاب و سنت کے بارے میں آپ کا فتویٰ تکفیر بھی اسی سلسلے کی کڑی تھی کہ خدا، رسول، قرآن اور اسلام کے بارے میں تقریر و تحریر کرنے والے ادب و احتیاط سے کام لیں چنانچہ اس کا خاطر خواہ اثر بھی ہوا۔ اس لئے رضوی حضرات پر خصوصیت کے ساتھ اس نسبت کے تقاضے پورے کرنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اعلیحضرت سے عقیدت وارادت کا نتیجہ تو یہ ہونا چاہئیے کہ اُن کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جسے وہ 'مجدد الف ثانی' کہتے ہیں، آپ بھی کہیں، نہ یہ کہ اعلیحضرت ہی کی محبت کا ڈھونگ رچا کر اُن کی روش کے برعکس ایک مسلمہ شخصیت کے خلاف بغض و کدورت کا مظاہرہ کریں۔ کیا سنیت یا (بقول بعض 'بریلویت') کی صداقت کی یہ دلیل کچھ کم وزنی ہے کہ جس شخصیت کو نجد و دیوبند کے اکابر مصلحتاً ہی سہی، مجدد الف ثانی لکھنے پر مجبور ہیں اور ان کی عقیدت و محبت کا دم بھرتے ہیں اُس کے سارے فیصلے ہمارے حق میں ہیں۔ اگر آپ اس سلسلے میں کسی تحقیق و تدقیق پر رضامند ہوں تو رئیس التحریر حضرت مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری علیہ الرحمہ کی کتاب تجلیات امام ربانی مجددی عقائد و نظریات اور حضرت مولانا محمد سعید صاحب سابق خطیب مسجد داتا گنج بخش کی **عظیم** تصنیف 'مسلک امامِ ربانی' کا مطالعہ کریں۔ یا کم از کم مولانا غلام مصطفےٰ صاحب مجددی کی کتاب "مجدد الف ثانی اور امام احمد رضا خاں بریلوی"، پر ہی ایک نظر ڈال

لیں۔ خدا کا شکر ہے مجددی صاحب کی کاوش سے بر صغیر کے سینکڑوں افراد کو اطمینان میسر آیا ہے اور بزرگوں میں تفریق ڈالنے والوں کی چال بہت حد تک ناکام ہو گئی ہے۔

خدارا وقت کی آواز پہچانیں حضرت داتا گنج بخش ہوں، سرکار غوث اعظم، حضرت خواجہ غریب نواز ہوں یا شیخ المشائخ شہاب الدین سہروردی، حضرت محبوب الٰہی ہوں یا حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہم سب ایک ہیں اور سب اپنے ہیں۔ ان میں کسی تفریق کی گنجائش نہیں اور نہ آپ پیدا کریں۔

؎ محبت چوں تمام افتد ، رقابت از میاں خیزد
بجز شمع چوں پروانہ با پروانہ می سازد

یعنی محبت کامل ہو تو رقابت نہیں رہتی۔ دیکھئے شمع کے گرد پروانوں کا ہجوم اسی بات کو واضح کرتا ہے۔

یہی جذبہ تھا جس کے تحت مسعود ملت حضرت پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب مجددی مدظلہ نے سو (100) سے زیادہ کتب اور مقالہ جات محض اعلیٰحضرت کی شان و عظمت کو اجاگر کرنے کے لئے تحریر فرمائے ہیں، انصاف سے دیکھیں تو فاضل بریلوی کے بارے میں اتنا عظیم کام کسی رضوی نے بھی نہیں کیا۔ کالجوں، یونیورسٹیوں اور دوسرے تعلیمی اداروں میں آپ کو متعارف کرنے کا جو اہتمام پروفیسر صاحب موصوف کے ذریعے ہوا ہے۔ ایسی سعادت اور کس کو ملی ہے۔ مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری مجددی مرحوم نے جس شاندار طریقے سے اعلیٰحضرت بریلوی علیہ الرحمہ کا دفاع کیا ہے، انہیں کا حصہ ہے۔ خود اس فقیر کی دو کتابیں 'انوار لاثانی' 'سیرت حضور نقش لاثانی' اور (مذہبی تعامل) بھی اس حقیقت پر شاہد عادل ہیں کہ مجددی حضرات کو اعلیٰحضرت سے کتنا پیار

ہے۔ پہلی کتاب جو ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے۔ قطب الاقطاب، غوث الاغیاث، قیوم زمانی، قندیل نورانی، اعلیٰحضرت پیر سید جماعت علیشاہ صاحب لاثانی قدس سرہ کی کے سوانح عمری ہے۔ اس کا ایک باب ہے 'مذہبی تعامل' جس میں وضاحت کی گئی ہے آپ فاضل بریلوی کے زبردست موید و مصدق تھے۔ باقی کتاب میں بھی جا بجا اعلیٰحضرت کی مجددیت کی تصریح مجددِ ملت لکھ کر کی ہے۔ یہی حال فقیر کی دوسری تصنیف کا ہے جو شہنشاہِ ولایت، ناشر زہد و اطاعت، پاسبانِ شریعت و طریقت قیوم زمانی حضور پیر سید علی حسین شاہ صاحب نقش لاثانی قدس سرہ کے مذہبی رجحانات کے ذکر میں ہے۔ اس کتاب کا پورا نام ہے۔ موجودہ فرقہ واریت اور حضور نقش لاثانی کا مذہبی تعامل۔ یہ دراصل زیر ترتیب سیرت حضور نقش لاثانی کا ایک باب ہے۔ اس میں تفصیل سے اس بات کا ذکر ہے۔ کہ علی پور سیداں کے اس عظیم تاجدار کو بریلی کے اس مردِ قلندر سے جو اپنے دور میں عشق و مستی کا امام تھا، کتنی محبت تھی۔ اسی کتاب کا ایک اقتباس بھی پیش کیا جاتا ہے۔ ہمارے نقطہ نظر کو مزید واضح کردے گا۔

'اعلیٰحضرت کے ساتھ حضور نقش لاثانی کے تعلق خاطر کی بات سمجھنے کے لئے ایک اور واقعہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ خطیب پاکستان حضرت مولانا غلام رسول صاحب علیہ الرحمۃ سمندری والے فرماتے ہیں میں حضور نقش لاثانی قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر واپس فیصل آباد گیا تو ایک رضوی دوست جو پیکرِ بغض و تعصب تھا، حضور نقش لاثانی کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے ہوئے کہنے لگا کہ وہ اعلیٰحضرت کے دشمن ہیں۔ چند روز بعد جلو موڑ میں سالانہ عرس تھا کھانے کے وقت حضور نقش لاثانی کے ساتھ کثیر تعداد میں علما حاضر تھے اچانک آپ نے مجھ سے مخاطب ہو کر پوچھا 'مولانا

خضاب کا کیا مسئلہ ہے۔ میں نے عرض کیا تو فرمایا اعلیٰحضرت نے کیا لکھا ہے ساتھ ہی فرمایا ہم تو انھیں اعلیٰحضرت کہتے ہیں مگر لوگ ہمارے بارے میں نجانے کیا کیا سوچتے ہیں۔

بہر حال قوم کی خدمت یہ نہیں کہ بزرگوں میں خواہ مخواہ تفریق پیدا کی جائے بلکہ اہل سنت کو متحد رکھنا جتنا ضروری ہے، اسلام اور خود اہل سنت کی خدمت کے لئے اور کوئی کام اتنا ضروری نہیں۔ مگر افسوس بزرگوں کو لڑانے والے اس بات کو نہیں سمجھتے۔ ایسے ہی لوگ ہیں جو حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہما کے اختلافات گھڑتے ہیں۔ حالانکہ ان کے اختلافات تو چند روز ہی میں ختم ہو گئے تھے ہوا یہ کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات شریفہ کی نقل کرنے والا ایک شخص مرتدِ طریقت ہو گیا اور اس نے بعض خطوط میں رطب ویابس ملا کر مختلف علما کو یہ تحریف شدہ عبارات بھیجیں۔ عبارات سخت گمراہ کن عقائد پر مشتمل تھیں تحقیق ہوئی تو اصل عبارات دیکھ کر مطمئن ہو گئے۔ ان عبارات کے علاوہ کوئی غلط شخص حضرت شیخ محقق علیہ الرحمہ سے زبانی بھی لگائی بجھائی کرتا رہا۔ چنانچہ آپ نے ایک خط لکھ کر اپنے شکوک و شبہات کا ازالہ چاہا اور پھر مطمئن ہو گئے۔ چنانچہ ان کے اطمینانِ خاطر کا ذکر حضرت مظہر جانجاناں اور حضرت شاہ غلام علی علیہما الرحمۃ والرضوان جیسی عظیم و معتبر شخصیات نے بھی کیا۔ خود اس خط کا 'مکتوبات شیخ عبدالحق' میں شامل نہ ہونا بھی اسی بات کی تائید کرتا ہے۔ نیز حضرت شیخ کی کتاب مستطاب 'اخبار الاخیار' کے آخر میں حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کا ذکر جن القاب و انداز سے ہوا ہے، دل کے میل دور کرنے کے لئے کافی ہے۔ یہ کیسی بد نیتی ہے کہ ان شواہد کے باوجود جو اختلافات ختم ہو گئے۔ انھیں تو اچھالا جائے اور جو اتفاقات اور تعلقات تھے۔ انھیں دبایا اور چھپایا جائے۔ گذشتہ صفحات میں

نہایت اختصار سے حضرت خواجہ باقی باللہ رضی اللہ عنہ کے اُن ارشادات کا ذکر بھی آگیا ہے۔ جن میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی علوئے شان کے واضح ارشادات دیئے ہیں۔ اُن کے بفرمان اُن کے سفر ہند کا اصل مقصود ہی حضرت شیخ مجدد کی تربیت تھی۔ دوسرے لوگ ضمنی طور پر داخل سلسلہ ہو گئے۔ انھیں میں حضرت شیخ محقق رضی اللہ عنہ بھی تھے اب کیا کوئی باشعور و باہوش شخص یہ تصور کر سکتا ہے کہ شیخ محقق جیسا وفادار اور ادب شناس مرید اپنے شیخ کے تصورات و مشاہدات وارشادات کے برعکس کسی منفی سوچ سے ملوث ہو سکتا ہے۔ نہیں ہر گز نہیں، اگر خدانخواستہ ایسا ہو تو الزام حضرت شیخ محقق کی طرف لوٹے گا۔

آیئے دونوں خاندانوں کے تعلقات کے پائیدار اور زندہ جاوید ثبوت بھی پیش کر دیں۔ کون نہیں جانتا حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے حضرت شیخ محمد یحیٰ قدس سرہ نے سندِ حدیث حضرت شیخ محقق قدس سرہ کے مدرسے سے حاصل کی اور شیخ محقق کی اولاد سے حضرت حافظ محمد محسن قدس سرہ نے حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے دستِ مبارک پر بیعت ہو کر خلافت حاصل کی۔

یہ ہیں وہ حقائق جو مخصوص رنگ کے رضوی، حضرات کو پیش نظر رکھنے چاہئیں اور شیخِ مجدد سے بھی پیار کر کے اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کی غلامی کا ثبوت دینا چاہیے۔ کتنا افسوس ہے جس شخصیت کی مجددیت اتنی نمایاں ہے کہ چودہ سالہ تاریخ ملت میں کسی کے لئے لقب اتنے نمایاں طریقے سے استعمال نہیں ہوا جتنا آپ کے لئے ہوا۔ مثلاً کسی اور بزرگ کی مجددیت کا ذکر کریں تو ساتھ نام کا ذکر کرنا پڑے مگر ایک آپ ہیں کہ غوث

پاک داتا گنج بخش، خواجہ غریب نواز جیسے القاب کی طرح یہ لقب (مجدد بھی) اصل نام پر غالب آگیا ہے اور جب بھی بغیر نام لئے 'مجدد' کہا جائے گا تو اس سے مراد آپ ہی کی ذات پاک ہو گی۔ اس اعتبار سے حضرت مجدد الف ثانی ایسے مجدد کامل اور مجدد اعظم ہیں کہ کسی اور دلیل کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ حقیقت یہ ہے کہ مجدد کی پہچان کے بارے میں جو یہ کہا جاتا ہے کہ ایک صدی میں پیدا ہو کر علم و فضل میں مشہور و معروف ہو جائے اور اگلی صدی میں اسلام کے چہرے سے گرد و غبار دور کرتے ہوئے کئی فتنوں کا قلع قمع کر کے واصل حق ہو جائے۔ اس کی بہترین مثال بھی حضرت سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی ذات ہے۔ خصوصاً اعلیحضرت بریلوی کی 'مجددیت' کے لئے تو یہ ایک اور دلیل بھی ہے کہ اُن کا ماہِ ولادت بھی حضرت مجدد الف ثانی سے ملتا ہے اور ماہِ وصال بھی۔ حضرت مجدد الف ثانی ۱۴ شوال ۹۷۱ھ کو پیدا ہوئے اور اعلیحضرت ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ کو نیز حضرت شیخ مجدد کی تاریخ وصال ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ ہے تو اعلیحضرت کی ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ۔ غور فرمایئے جن بزرگوں کو قدرت نے خود اتنی یکجہتی و ہم آہنگی عطا فرمائی ہے، ہمارے بعض کرم فرما اُن کو جدا کرنے کے لئے کیا کیا جتن کر رہے ہیں۔

یہ عجیب بات ہے کہ اعلیحضرت کے بعض سوانح نگار مختلف صدیوں کے مجددین کا نام لیتے ہیں تو ہر صدی میں اُنھیں ایک کے بجائے کئی کئی نام مل جاتے ہیں۔ اور یہ سلسلہ پہلی صدی سے تیرھویں صدی تک یونہی چلتا ہے۔ مثلاً پہلی صدی کے لئے حضرت عمر بن عبدالعزیز (کے ساتھ بیشمار فقہا و محدثین کے الفاظ)، دوسری صدی کے لئے حضرت امام شافعی کے ساتھ کئی اور کا ذکر۔ یونہی جب یہ گیارھویں صدی کے مجدد کا نام لیتے ہیں تو حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ کے ساتھ بعض دفعہ دو تین کیا، سات سات

آٹھ آٹھ حضرات کا ذکر دیتے ہیں۔ جو زیادہ تیز ہیں وہ کہیں آخر میں صرف شیخ احمد سرہندی کہہ کر اپنے انصاف کا 'مظاہرہ' کر لیتے ہیں یعنی اس دور میں کسی سلسلے کا خصوصاً اعلیحضرت علیہ الرحمہ کے سلسلے کا جو شخص بزرگ بھی اتفاقاً مل گیا، اُسے مجدد بنا دیا گیا۔ اور آٹھواں دسواں نام 'شیخ احمد سرہندی' کے الفاظ سے آپ کا، گویا اس ایک صدی کے مجدد کی حیثیت سے بھی کئی بزرگوں کی خدمات آپ سے نمایاں تر ہیں۔ ان سوانح نگاروں میں جو سب سے زیادہ 'منصف مزاج' (مثلاً اوچ شریف کے ہمارے ایک محترم دوست جو گیارھویں صدی کے ان مجددین میں بھی آپ کا نام شامل نہیں کرتے)۔ گویا منصبِ تجدید کا آپ سے کوئی تعلق نہیں۔ خیال فرمایئے جن کے 'انصاف' کا یہ حال ہو وہ اگر کسی کو بھی 'مجدد' کہتے ہیں تو اہل نظر کی نظر میں اُن کی رائے کی کیا وقعت ہو سکتی ہے۔

ہاں آخر میں جب چودھویں صدی کی تجدید کا ذکر کرتے ہیں تو صرف اعلیحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کا نام ہی لیتے ہیں۔ حیرت ہے کہ کسی ایک صدی میں بھی کسی ایک شخصیت پر اکتفا کرنے والے فاضل بریلوی قدس سرہ کے ساتھ ایک نام کی شرکت بھی برداشت نہیں کرتے۔ آخر کیوں؟ کیا یہ دیانت و تقویٰ کا تقاضا ہے، نیز کیا یہ رنگِ عقیدت اعلیحضرت کو پسند ہو سکتا ہے۔ اور نہ سہی کیا اسی دور میں حضرت علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی جنھوں نے اعلیحضرت فاضل بریلوی کی طرح اپنی ساری زندگی اسلام کی اور عشق رسول کی اشاعت اور خدمت کے لئے وقف کر دی تھی اور ممالک میں اُن کے علم و فضل کی دھاک بیٹھی ہوئی ہے۔ یونہی حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی علیہ الرحمۃ جنھوں نے ردِ مرزائیت میں اہم کردار ادا کیا۔

مزید وضاحت کے لئے اعلیحضرت فاضل بریلوی کے نامور شاگرد خلیفہ ملک

العلماعلامہ محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ کے مقالے 'چودھویں صدی کے مجدد' سے ایک اقتباس پیش کرتا ہوں۔ آپ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ والرضوان کی کتاب 'مرقاۃ الصعود شرح سنن ابوداؤد' کی ایک طویل عبارت کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اور بعض علما کا یہ خیال ہے کہ اس حدیث کو عموم پر محمول کیا جائے اس لئے حضور اقدس ﷺ کا ارشادِ مبارک مَنْ یُّجَدِّدُ لَهَا دِیْنَهَا کا اقتضا یہ ہرگز نہیں کہ صدی کے سرے پر فقط ایک ہی شخص مجدد ہو بلکہ کبھی ایک ہوتا ہے اور کبھی ایک سے زائد، اس لئے کہ امت کا اصل انتفاع 'امور دین' میں ہے لیکن اس کے سوا دوسرے امور میں بہت انتفاع ہوتا ہے۔ مثلاً اولوالامر، اہل حدیث (یعنی محدثین) قرا، واعظین، عابد زاہد لوگ اپنے اپنے فنون سے ایسا نفع امت کو پہنچاتے ہیں جو دوسروں سے ممکن نہیں۔ اس لئے کہ اصل حفظِ دین میں قانونی سیاست ہے اور اشاعت عدل وانصاف جس کی وجہ سے ضبط روایات ہوتی ہے۔ اور زہاد اپنے وعظوں سے امت کو نفع پہنچاتے اور لوگوں کو تقویٰ پر ابھارتے ہیں اور دنیا میں زہد سکھاتے ہیں تو بہتر اور ٹھیک بات یہ ہے کہ "من یجدد" سے اکابر مشہورین کی ایک جماعت کے ہر صدی پر ظہور وحدوث کی طرف اشارہ ہو جو لوگوں کے دین کی حفاظت کریں اور برائیوں اور خرابیوں، بے دینوں، بدمذہبوں کو ہٹا کر دین کی تجدید کریں۔

(چودھویں صدی کا مجدد ص ۳۷، ۳۸، شائع کردہ مرکزی مجلس رضا، لاہور)

غالباً اسی بنا پر حضرت ملک العلما نے ہر صدی کے مجددین کی جو فہرست اس کتاب میں دی ہے اس میں آپ نے خلفا و سلاطین، فقہا و مجتہدین اور صوفیہ و محدثین بھی شامل رکھے ہیں۔ مثلاً مجددِ مأتہ ثانیہ کے طور پر آپ نے درج ذیل نام لکھے ہیں

'خلیفہ مامون رشید، حضرت امام شافعی، حسن بن زیاد، اشہب مالکی، علی بن موسیٰ، یحییٰ بن معین، حضرت معروف کرخی'

یونہی ہر صدی کے مجددین کے ذکر میں یہی انداز کار فرما ہے۔ حالانکہ اوپر کے ناموں میں سب سے پہلا نام اُس شخص کا ہے جو معتزلی تھا اور عقیدہ خلق قرآن پر فوت ہوا اسی نے اہل سنت کے جلیل القدر علما کو حق بات کہنے پر قید و بند کی صعوبتوں بلکہ شہادت سے دوچار کیا۔ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ پر جو ظلم و ستم ہوا وہ بھی اسی کی وصیت کے مطابق ہوا۔ بہر حال آپ اس فہرست کو پھر دیکھیں۔ فقیہ، صوفی اور محدث سب شامل ہیں۔ مگر چودھویں صدی میں حضرت ملک العلما کو تجدید کے منصب پر فائز اعلیحضرت کے سوا کوئی صوفی نظر آیا نہ کوئی اور عالم۔ حالانکہ حضرت العلامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی جیسی مسلمہ شخصیت کے علاوہ صوفیوں میں قیوم زمانی حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری لاثانی اور شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب جیسے علم و عرفاں کے تاجدار بھی اسی صدی کے ساتھ منسلک ہیں۔ واقعی 'محبت' محبوب کے ساتھ کوئی اشتراک برداشت نہیں کرتی۔

وہ لوگ جنھیں حضرت کے مجدد الف ثانی ہونے کا انکار ہے۔ اُن کے نزدیک حدیث پاک میں صرف مجددِ مأتہ کی تصریح ہے۔ مجدد الف کی نہیں ہے۔ ہماری گذارش اس سلسلے میں یہ ہے کہ صدی کے مجدد اکابر اولیائے کرام کے خصوصی مراتب کی جو تفصیل ہم ان اہل کشف و مشاہدہ حضرات کے ارشادات کی روشنی میں مانتے ہیں۔ کیا وہ سب احادیث میں موجود ہیں۔ فرد، قطب، غوث الثقلین، وغیرہ جیسی اصطلاحات کیا ہم نے بخاری و مسلم کی روایات سے اخذ کی گئی ہیں۔

نیز حضور غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد کہ

قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ

یعنی یہ میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔

فرمایئے اسے آپ مانتے ہیں کہ نہیں۔ اعلیحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ بھی اسے قبول کرتے تھے کہ نہیں۔ اگر وہاں کسی حدیث کا مطالبہ کئے بغیر آپ کو تسلیم کر لینے میں کوئی پس وپیش نہیں تو خدا را اسے بھی بے چون وچرا مان لیجئے۔ خدا بھلا کرے گا۔

ہاں ہاں اگر وہ مجدد ہیں تو مجدد الف ثانی بھی ہیں اور اگر مجدد الف ثانی ہونے کا منصب محلِ نظر ہے تو ان کی مجددیت بھی شک وشبہ سے بالاتر نہیں ہوگی۔ کیونکہ یہ بات تحدیثِ نعمت کے طور پر خود انھوں نے بھی کی ہے (یعنی مجدد الف ثانی ہونے کا دعویٰ کیا ہے) اور جس کتاب میں اسے ایک سے زیادہ مرتبہ درج کیا ہے یعنی مکتوباتِ شریفہ جس کے بارے میں آپ کا رویائے صالحہ وصادقہ تصدیق کرتا ہے۔

یقیناً حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ اس مقام عالی پر فائز تھے کہ حضور پر نور ﷺ کی نوازشات اُن پر برستی رہتی اور برستی ہیں ۔ چنانچہ آقائے دو عالم ﷺ نے اپنے اس عاشقِ صادق کو ایک ایسے ہی مبارک خواب میں بشارت بھی دی۔

مختصر یہ کہ جب ایسی شخصیت 'مجدد الف ثانی' ہونے کے خداداد اعزاز کا دعویٰ کر رہی ہے تو مان لینا چاہیئے ورنہ اسے 'مجددِ مأتہ' بننے کا بھی حق نہیں، نیز جب بعد کی صدیوں کے مجددین بشمول اعلیحضرت بریلوی اُنھیں 'مجدد الف ثانی' ہی کہتے اور لکھتے رہے ہیں نیز سلسلہ مجددیہ، مجددی خاندان یا مجددی حضرات کہہ کر آپ کی شان مجددیت کا اظہار کرتے ہیں تو ہم گنہگاروں کو بھی تسلیم کر لینا چاہیئے۔ اعلیحضرت کے وہ واقعاتِ سیرت بھی

اس موقع پر پیشِ نظر رہنے چاہئیں جن کی رُو سے تین سال کی عمر میں اُستاد کے پڑھانے کے باوصف غلط لفظ آپ کی زبان پر جاری نہیں ہوتا تھا اور یہ کہ نماز کا وقت ہو چکا تھا تو جلدی سے مصلی امامت پر جاتے ہوئے بھی ہر صف پر آپ کا پہلے دلیاں قدم ہی پڑتا تھا (گویا جن کے قول وفعل کی حفاظت کا یہ اہتمام کیا گیا ہو۔ اُن کا بھی 'مجدد الف ثانی' کہنا خصوصاً اُن کے عقیدتمندوں کے لئے تو بہت بڑی حجت ہونا چاہئیے۔

یہاں بعض حضرات نے یہ عذر لنگ بھی تراش لیا ہے کہ 'مجدد الف ثانی' سے مقصود دوسرے ہزار سال کا مجدد نہیں بلکہ دوسرے ہزار سال کے آغاز میں منصب تجدید پر فائز ہونے والا ہے۔ دوسرے لفظوں میں وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ تھے تو ایک ہی یعنی گیارھویں صدی کے مجدد مگر چونکہ حسن اتفاق سے دوسرے برادران عزیز !اسی 'حسن اتفاق' سے تو قدرت کا منشا معلوم ہوتا ہے۔ یہی تو آپ صاحبان کی تعریف کے مطابق مجددیت کی ایک اہم علامت ہے۔ یعنی صدی کے سرے پر 'حسن اتفاق' سے حفاظت اسلام کے منصب پر فائز ہوا وہ آپ کے نزدیک صدی کا مجدد، تو یونہی جو الف (یعنی ہزار سال) کے سرے پر نمودار ہوا۔ وہ مجدد الف کیوں نہیں۔ اگر مجدد الف ثانی کہہ کر بھی کوئی شخص اُنھیں محض ایک صدی کا مجدد ہی سمجھتا ہے تو یہ ایسی ہی بات ہے جسے اعلیحضرت فاضل بریلوی کو مجدد مأۃ ماننے والا آپ کو صدی کا نہیں ۔ دو چار یا زیادہ سے زیادہ سالوں کا مجدد قرار دے اور ظاہر ہے اسے علمی خیانت، فکری افلاس یا بغض وکینہ کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے ہم یہ بات پورے اطمینان سے کہہ سکتے ہیں کہ اگر کوئی شخص عقل وشعور، فہم وفراست، عدل وانصاف کی روشنی میں بلکہ خدا ورسول (جل وعلا فصلی اللہ علیہ وسلم) کے عشق کے نور سے تاریخ اسلام کا مطالعہ کرے تو وہ حضرت شیخ مجدد کو مجدد

الف ثانی کہنے پر مجبور ہو جائے گا۔ حدیثِ صلہ، حضور غوث پاک کا جبہ، کثیر اولیائے کرام کی پیش گوئیاں، حضرت باقی باللہ کے ارشادات، آپ کا دور ظلمات، بادشاہوں سے ٹکر اور حکومتی انقلاب، اسلام کا بر صغیر میں نفاذ بلکہ عالم اسلام پر اثرات اور بعد کے جلیل الشان بزرگانِ دین کی تصدیقات آپ کے مجدد الف ثانی ہونے پہ شاہد عادل ہیں۔ ایک اقتباس عروۃالوثقیٰ حضرت قیوم ثانی حضرت خواجہ محمد معصوم رضی اللہ عنہ کے مکتوباتِ شریفہ سے بھی پیش خدمت ہے۔ آپ مولانا حسن علی علیہ الرحمۃ کو خط میں لکھتے ہیں۔ (اردو ترجمہ)

میرے مخدوم! مجدد الف ہونا ایک کشفی اور الہامی امر ہے جو اس معاملے والے کے وجدان سے تعلق رکھتا ہے، کسی ایسے امر کا التزام نہیں آثار وعلامات کے ساتھ آشنا وبیگانہ کو قائل کیا جا سکے، جو شخص آشنا اور ازلی سعادت سے بہرہ ور ہے۔ وہ باطنی مناسبت کے ذریعے اہل اللہ کے اسرار قبول وبرکات کا مورد ہو جاتا ہے، جو بیگانہ اور بے سعادت ہے باطنی نامناسبت کی وجہ سے اُن اسرار کی تہ تک نہیں پہنچتا تو انکار کر دیتا ہے اور اُن حضرات کے فیوض وبرکات سے محروم رہتا ہے۔ اگرچہ وہ ظاہر نہ کرے۔ غیر لوگ خارج از بحث ہیں۔ ہمیں ان کے انکار و اقرار سے کوئی واسطہ نہیں۔ منکروں نے قرآن جیسا روشن معجزہ دیکھ کر بھی انکار کر دیا۔ (لہذا ان کی بات نہیں) اس کے باوجود جس شخص کو تیز نظری کی قوت عطا کی گئی ہے، اگر وہ حضرت عالی کے اطوار وعادات میں اچھی طرح غور کرے اور جن فیوض وبرکات، کمال واکمال اور علوم واسرار سے وہ پیشوائے صالحین میں ممتاز ہیں، مشاہدہ کرے تو بلا تکلف ان کے مجدد ہونے کا اقرار کرے گا۔ (مکتوباتِ معصومیہ دفتر دوم، مکتوب دوم) اسی خط کے آخر میں ایک صدی اور ایک ہزار سال کے مجددوں میں جو فرق اور بیان ہوا ہے ذکر کیا گیا ہے۔

<u>آخری بات</u>: آخر میں پھر اسی بات کو دہراتا ہوں جو وقت کے تقاضائے اتحاد کے بارے میں عرض کر آیا ہوں۔ اب ہمیں باہم زیادہ سے زیادہ ہم آہنگی و یکجہتی کی فضا پیدا کرنی چاہیے اور جن بزرگوں نے زندگی اسلام کی تبلیغ واشاعت اور حفاظت وصیانت کے لئے وقف کر دی تھی۔ جنھوں نے جو کچھ کیا اپنی عظمت منوانے کے لئے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی رضا کے لئے کیا، ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چل کر اسلام اور اہل سنت کی خدمت کے لئے کمربستہ ہونا چاہیئے۔ حضرت داتا گنج بخش ہجویری، حضرت غوث الوریٰ شہنشاہِ بغداد، حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند، حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری، حضرت شیخ المشائخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہم، حضرت سیدنا مجدد الف ثانی، آفتابِ ولایت حضرت خواجہ فقیر محمد چوراہی، خواجہ خواجگان حضرت شمس الدین سیالوی، قیوم زمانی حضور شہنشاہِ لاثانی علی پوری، حضرت امیر ملت علی پوری، شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری، آفتابِ چشت حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی اور پھر تمام بزرگانِ دین کے نقیب اور ترجمان اعلیحضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدمت اسرارہم سب ایک ہیں۔ ان میں تفریق نہیں۔ یہ سب مقبول بارگاہ خدا اور مصطفےٰ ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی بغض رکھنے والا ان سب کا، بلکہ خدا اور رسول کا دشمن ہے۔ خواہ بظاہر نقشبندی، مجددی، قادری، رضوی وغیرہ کہلائے یا کچھ اور۔ حدیثِ قدسی کی یہ وعید کہ اللہ جل مجدہ فرماتا ہے۔ مَنْ عَادَىٰ لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ (بخاری شریف)

ترجمہ: جو میرے کسی ولی کا دشمن ہوا، سو اس کے خلاف اعلانِ جنگ کرتا ہوں بالکل ظاہر ہے اور کسی بھی ولی کے ساتھ بغض رکھنے والا اس کی زد میں ہے۔

بابِ دوم

منصبِ قیُّومیت

منصب قیومیت

منصب قیومیت کی تشریح سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ لفظ ' قیوم کا مفہوم بیان کیا جائے (کیونکہ قیومیت کا معنی ہے قیوم ہونا) قرآن حکیم کی آیت الکرسی میں یہ لفظ اللہ جل مجدہ کی شان میں وارد ہوا ہے۔ مفسرین کرام علیہم الرضوان کیا فرماتے ہیں۔ سب سے پہلے آیئے علامہ رازی کا قول دیکھیں۔

اِمَّا قَوْلُهٗ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ فَاِنَّهٗ يَدُلُّ عَلَى الْكُلِّ لِاَنَّ كَوْنَهٗ قَيُّوْماً يَقْتَضِيْ اَنْ يَّكُوْنَ قَايِماً بِذَاتِهٖ وَ اَنْ يَّكُوْنَ مُقَوِّماً لِغَيْرِهٖ وَ كَوْنِهٖ قَائِماً بِذَاتِهٖ يَقْتَضِيْ الْوَحْدَةُ بِمَعْنَى الْكَثْرَةِ فِيْ حَقِيْقَتِهٖ وَ ذٰلِكَ يَقْتَضِيْ الْوَحْدَةُ بِمَعْنَى نَفْيِ الضِّدِّ وَ النِّدِّ وَ يَقْتَضِيْ نَفْيَ التَّحَيُّزِ وَ بِوَاسِطَتِهٖ يَقْتَضِيْ نَفْيَ الْجِهَةِ وَ اَيْضاً كَوْنُهٗ قَيُّوْماً بِمَعْنٰى كَوْنِهٖ مُقَوِّمًا لِغَيْرِهٖ يَقْتَضِيْ حُدُوْثُ كُلِّ مَا سِوَاهُ جِسْماً كَانَ اَوْ رُوْحاً عَقْلاً كَانَ اَوْ نَفْساً يَقْتَضِيْ اِسْنَادُ الْكُلِّ اِلَيْهِ وَ اِنْتِهَا جُمْلَةِ الْاَسْبَابِ وَ الْمُسَبَّبَاتِ اِلَيْهِ.

(تفسیر کبیر ج۲ ص۳۰۹) ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا فرمان الحعی القیوم کل پر دلالت کرتا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا قیوم ہونا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ خود قائم اور دوسرں کو قائم کرنے والا ہو اور اللہ تعالیٰ کا خود قائم ہونا کثرت کی نفی کر کے وحدت یعنی واحد یکتا ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔ وحدت کے ضمن میں ضدوند کی نفی بھی آجاتی ہے، اس سے تحیز اور ساتھ ہی جت کی نفی بھی ہو جاتی ہے اور اسی طرح اس کا قیوم یعنی دوسروں کا مقوم

ہونا اس بات کا مقتضی بھی ہے کہ اس کے سوا حادث ہوں خواہ کوئی جسم ہو یا روح، عقل ہو یا نفس (یعنی جاندار) یہ بھی اسی کا تقاضا ہے کہ سب کا اسناد اُسی کی طرف ہو۔ تمام اسباب و نتائج کی انتہا بھی اسی پر ہو۔

صاحب تفسیر جمل فرماتے ہیں۔

وَالْقَيُّوْمُ فَيْعُوْلٌ مَنْ قَامَ بِالْاَمْرِ يَقُوْمُ بِهٖ اِذَا دَبَّرَهٗ

ترجمہ: قیوم فیعول کے وزن پر ہے۔ جو قائم بالامر ہے وہ جب کسی چیز کو قائم رکھنے کی تدبیر کرتا ہے۔ (جمل)

اَلْقَيُّوْمُ اَيِ الدَّائِمُ الْقَائِمُ بِتَدْبِيْرِ الْخَلْقِ وَ حِفْظِهٖ فِيْهِ اِثْبَاتٌ لِاِسْتِقْلَالِهٖ

(تفسیرات احمدیہ) ترجمہ: قیوم یعنی جو ہمیشہ مخلوق کی تدبیر اور اس کی حفاظت میں قائم ہو، اس میں اس کے مستقل ہونے کا بھی ثبوت ہے۔

علامہ خازن کی تحقیق ملاحظہ ہو۔

قَالَ الْمُجَاهِدُ الْقَيُّوْمُ الْقَائِمُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ تَاْوِيْلُهٗ اَنَّهٗ تَعَالٰى قَائِمٌ بِتَدْبِيْرِ خَلْقِهٖ فِيْ اِيْجَادِهِمْ وَ اَرْزَاقِهِمْ وَ جَمِيْعِ مَا يَحْتَاجُوْنَ اِلَيْهِ وَقِيْلَ هُوَ الْقَائِمُ الدَّائِمُ بِلَا زَوَالِ الْمَوْجُوْدِ الَّذِيْ يَمْتَنِعُ عَلَيْهِ التَّغَيُّرُ وَقِيْلَ هُوَ الْقَائِمُ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَ الْقَيُّوْمُ فَيْعُوْلٌ مِنَ الْقِيَامِ وَ هُوَ نَعْتٌ لِلْقَائِمِ عَلَى الشَّيْءِ (خازن ترجمہ:

حضرت مجاہد نے کہا ہے، قیوم وہ ہے جو ہر شے پر قائم ہو۔ اس کی تاویل یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو موجود کرے، اسے رزق دینے اور ہر اس چیز پر جس کی اُسے (یعنی مخلوق کو) ضرورت ہے، قائم ہے اور کہا گیا ہے قیوم وہ ہے جو ہمیشہ قائم لازوال اور تغیر و تبدل سے پاک ہو۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قیوم سے مراد وہ ذات ہے جو ہر نفس کے افعال پر قائم (

نگہبان) ہو۔ اور قیوم قیام سے فیعول کے وزن پر ہے۔ اور یہ کسی شے پر قائم ہونے والے کا وصف ہے۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

قَالَ الْمُجَاهِدُ الْقَيُّوْمُ الْقَائِمُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَالَ الْكَلْبِيُّ الْقَائِمُ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَ قِيْلَ هُوَ الْقَائِمُ بِالْاُمُوْرِ قَالَ اَبُوْ عُبَيْدَهْ الَّذِيْ لَا يَزُوْلُ وَ قَالَ الْبَيْضَاوِيُّ الدَّائِمُ الْقِيَامِ بِتَدْبِيْرِ الْخَلْقِ وَ حِفْظِهٖ فَيْعُوْلٌ مَنْ قَامَ بِالْاَمْرِ اِذَا حَفِظَهٗ وَ قَالَ السُّيُوْطِيُّ الدَّائِمُ الْبَقَاءِ قُلْتُ مَرْجَعُ الْاَقْوَالِ اَنَّهٗ دَائِمُ الْوُجُوْدِ الْقَائِمُ بِنَفْسِهٖ وَ قَيِّمُ الْاَشْيَاءِ كُلِّهَا لَا يَتَصَوَّرُ قِيَامُ شَيْءٍ وَ بَقَاءُهٗ اِلَّا بِهٖ فَمُقْتَضٰى هٰذَا الْاِسْمِ اَنَّ مَاسِوَاهُ يَحْتَاجُ اِلَيْهِ فِيْ بَقَاءِهٖ كَمَا يَحْتَاجُ اِلَيْهِ فِيْ وُجُوْدِهٖ كَالظِّلِّ بِالنِّسْبَةِ اِلَى الْاَصْلِ (مظہری) ترجمہ: حضرت مجاہد نے کہا قیوم وہ ہے جو ہر شے پر قائم ہو، کلبی نے کہا (قیوم ہے وہ) جو ہر جاندار چیز اور اس کے اعمال پر قائم ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ (قیوم وہ ہے) جو تمام امور پر قائم ہو۔ ابو عبیدہ نے کہا (قیوم وہ ہے) جو لازوال ہو، بیضاوی نے کہا (قیوم وہ ہے) جو ہمیشہ رہے اور مخلوق کی تدبیر و حفاظت پر قائم ہو۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ امر پر قائم ہونے سے مراد اس کی حفاظت کرنا ہے۔ سیوطی نے کہا (قیوم وہ ہے) جو ہمیشہ زندہ رہے۔ میں کہتا ہوں کہ تمام اقوال کا نچوڑ یہی ہے قیوم ہمیشہ رہنے والا ہے اور اشیاء کو قائم کرنے والا۔ کسی بھی چیز کے قیام اور بقا کا اس کے بغیر تصور بھی نہ کیا جا سکے۔ سو اس نام (قیوم) کا مقتضی یہی ہے کہ سب ماسوا اپنی بقا کے لئے اس کے اسی طرح محتاج ہیں جیسے وجود کے لئے جس طرح سائے کی نسبت اصل کے ساتھ ہے۔

علامہ ابن اثیر کی تحقیق ملاحظہ ہو۔

قَيُّوْمٌ وَ هِيَ مِنْ اَبْنِيَةِ الْمُبَالَغَةِ وَ هِيَ مِنْ صِفَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ مَعْنَاهُ الْقَائِمُ بِاُمُوْرِ الْخَلْقِ وَ مُدَبِّرُ الْعَالَمِ فِيْ جَمِيْعِ اَحْوَالِهٖ وَ مِنْهُ الْحَدِيْثُ حَتّٰى يَكُوْنَ لِخَمْسِيْنَ اِمْرَاَةً قَيِّمٌ وَّاحِدٌ قَيِّمُ الْمَرْاَةِ زَوْجُهَا لِاَنَّهٗ يَقُوْمُ بِاَمْرِهَا وَ مَا تَحْتَاجُ اِلَيْهِ

(نھایہ جلد ۴ ص ۱۳۵) ترجمہ : یہ مبالغہ کے اوزان میں سے ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت بھی ہے۔ اس کا معنی ہے مخلوق کے امور کو قائم رکھنے والا اور عالم کی ہر حال میں تدبیر فرمانے والا۔ ایک حدیث کے یہ الفاظ بھی اسی معنی میں ہیں۔ حتی یکون لخمسین امراۃ قیم واحد (یعنی یہاں تک کہ قیامت کے نزدیک پچاس عورتوں کے امور کی نگرانی کرنے والا ایک مرد ہوگا) چنانچہ اسی معنی میں عورت کے خاوند کو قیم المراۃ کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اس کے معاملہ اور اس کی ہر حاجت جس کا تعلق اس خاوند کے ساتھ ہو کی نگرانی کرتا ہے۔

یہ ہیں لفظ قیوم کے معانی اور تقاضے جب اسے اللہ تبارک تعالیٰ کی ذاتِ یکتا کے لئے استعمال کیا جائے۔ یعنی یہ کہ وہ تمام مخلوق کے امور کا نگران، اس کی بقا کا کفیل، اس کی تمام حاجات کو پورا فرمانے والا، مدبر امر، واحد یکتا، باقی و لازوال، مستقل بالذات، قدیم، زمان و مکان، تغیر و تبدل اور جہت و حیز سے پاک ضد و ند سے بالاتر، سب اسباب و نتائج کا منتہی وغیرہ اس کے سوا سب حادث، محتاج وغیرہ مستقل ہیں۔

اگر کوئی شخص قیوم کے اسی مفہوم و معنی کو کسی اور شخص کے لئے جائز ٹھہراتا ہے اور خدائے واحد و قیوم کی طرح اسے بھی باقی و لایزال مستقل بالذات، قدیم، تغیر و تبدل اور جہت و زمان و مکان سے پاک سمجھتا ہے تو یقیناً کافر بلکہ مشرک ہے۔ چنانچہ اعلیحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے دور میں ایک پیر کو اس کے مرید خدائی صفات

سے خدا کی طرح ہی متصف سمجھتے تھے اور اس نقطہ نظر سے اُس کے لئے ایسے الفاظ و القاب استعمال کرتے تھے جو حضور ﷺ بلکہ اللہ تعالیٰ کے لئے بولے جاتے ہیں۔ اعلیحضرت بریلوی نے اسے اور اُس کے مریدوں کو کافر قرار دیا۔ استفتا اور اعلیحضرت کا جواب ملاحظہ فرمائیے۔ مسئلہ : مسئولہ عبدالرحمٰن طالب علم مدرسہ چھیپوں احمد آباد گجرات، ۱۷ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان اس مسئلہ میں کہ چند اشخاص کی موجودگی میں ایک مرید نے اپنے پیر کی شان میں یہ قصیدہ پڑھا اور پیر نے اس قصیدہ کو سن کر پڑھنے والے کو کہا کہ تو میرا حبیب ہے اور اس کے بعد یہ قصیدہ منبر پر پڑھا جاتا ہے۔ اور اس کے جواز کا حکم پیر نے دیا ہے۔ آیا شرعاً یہ قصیدہ جائز ہے یا نہیں، قصیدہ مذکور ہے۔

مرحبا مرحبا یا شاہ لواری مرحبا　　نور الہدیٰ خیر الوریٰ یا شاہ لواری مرحبا
یا امام العالمیں و انتخاب اولین　　ختم ولایت مقتدا یا شاہ لواری مرحبا
پیشوائے اولیا تو برگزیدہ ذوالجلال　　شافع ہر دوسرا یا شاہ لواری مرحبا
کن عطا فضل و کرم امروز فردا اے کریم　　صانع بجز تو نیست کس یا شاہ لواری مرحبا
یا بشیر و یا نذیر و اے شہ اولوالعزم　　ملجائے والا صفا یا شاہ لواری مرحبا
منعم و مسجود قیوم و جہاں بہر کرم　　طالب و مطلوب و مصدر یا شاہ لواری مرحبا
ذات تو احد و لے میم موجودات او　　خلق تو علم راسیب یا شاہ لواری مرحبا
قاب قوسین توئی گفت مازاغ البصر　　جائے تو رشک مدینہ یا شاہ لواری مرحبا
سید کونین سالارِ رسل گنج نہاں　　یا محمدن الزماں یا شاہ لواری مرحبا
ہست مدعا مظہر ذات تو مسند نشیں　　لایموت و لم یزل یا شاہ لواری مرحبا
مشکل کشا احمد زماں الصاہ اللہ بہر ما　　آوارہ پرور حافظا یا شاہ لواری مرحبا

الجواب: یہ خالص کفر ہے اور اس کا قائل، اس کا اجازت دہندہ، اس کا پسند کنندہ سب مرتد ہیں، کسی امتی کو آں سرورِ عالم کہنا، علیہ الصلوۃ کہنا، مسجود مخلوق کہنا، خیر الوریٰ کہنا، انتخاب اولین کہنا، شافعِ ہر دوسرا کہنا، سید کونین کہنا تو حرام و جزاف تھا ہی یوہیں خلق عالم راسبب اور قاب قوسین اور مازاغ البصر اور جائے تورشکِ مدینہ کہنا ان میں بہت کلمات موہم کفر یا منجر بکفر ہیں، مگر ذات تو احد اور سالارِ رسل اور مسند نشین لم یزل کہنا قطعاً یقیناً کفر ہے، یو نہیں فقہائے کرام نے قیوم جہاں غیر خدا کو کہنے پر تکفیر فرمائی، مجمع الانہر میں ہے، اِذا الحلق علی المخلوق من الاسماء المختصة بالخالق جل و علا نحو القدوس والقیوم و الرحمن و غیر ھا یکفر و اللہ تعالی اعلم۔

دیکھئے یہ ہے مذکورہ نظم میں پیر کے بارے میں مرید کے نظریات، وہ ایسے اِلقاب جن سے حضور پُر نور شافع یوم النشور ﷺ کی ذاتِ یکتا مختص ہے، اپنے پیر کے لئے لا رہا ہے۔ بلکہ خدا کی طرح اُسے احد ، لایموت ولم یزل اور قیوم بھی کہہ رہا ہے تو اعلیحضرت نے بعض کلمات کو موہم کفر و منجر بکفر اور بعض کو کفر قرار دیا ہے۔ مجمع الانہر کی جس عبارت کا حوالہ اعلیحضرت نے دیا ہے اس کا مقصود مفہوم یہی نظر آتا ہے کہ خداوندِ کریم کے لئے جو اسما مختص ہیں اگر اُنھیں اُسی مفہوم میں مخلوق کے لئے استعمال کیا جائے تو کفر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

و من قال لمخلوق : یا قدوس اوالقیوم اوالرحمن او قال اسماً من اسماء الخالق کفر انتھی و ھو یفید انه من قال لمخلوق یا عزیز و نحوہ یکفر ایضاً ، الا ان اراد بھما المعنی اللغوی لا لخصوص الاسمی ، والا حوط ان یقول : یا عبدالعزیز و یا عبدالرحمن (ص ۱۹۳)

ترجمہ: اور جس نے کسی مخلوق سے (مخاطب ہو کر) کہا یا قدوس ، یا قیوم ، یا رحمن ، یا خالق کے ناموں میں سے کوئی نام لیا، کافر ہو گیا (انتھی) اور اس سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ جس نے مخلوق کو 'یا عزیز' وغیرہ کہہ کر خطاب کیا تو اسی طرح وہ بھی کافر ہو جائے گا، مگر یہ کہ ان سے لغوی معنی مراد لے نہ کہ اسمی خصوصیت (یعنی لغوی معنی ملحوظ رکھ کر خدا کے کسی (صفاتی) نام کا اطلاق مخلوق پر کرے گا تو کافر نہیں ہو گا، ہاں احتیاط اسی میں ہے کہ (یا عزیز یا یا رحمٰن کہنے کے بجائے) یا عبدالعزیز یا یا عبدالرحمٰن کہے۔

لغوی معنی کی اہمیت کیا ہے اور اس میں فتویٰ کا رخ کس حد تک بدل جاتا ہے، اعلیحضرت کا ایک اور فتویٰ اسی جلد ششم سے پیش خدمت ہے۔

مسئلہ از کراچی بندر گاڑی کھاتہ آرام باغ حجرہ اسلامیہ مولوی احمد صدیق نقشبندی ۲۶ ربیع الاول ۳۴ھ

زید نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کے شروع میں عربی عبارت اس طرح لکھی ہے ، بسم اللہ الرحمن الرحیم الھنا محمد و ھو معبود جل شانه و عزبرھانه و رسولنا محمد و ھو محمود ﷺ، ان الفاظ کی کوئی تاویل ہو سکتی ہے یا نہیں اگر نہیں تو ایسے لکھنے والے پر شرعاً کیا حکم ہے اور اس سے میل جول رکھنا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا اور ایسے اعتقاد والے سے نکاح وغیرہ پڑھوانا شرعاً کیسا ہے۔ بنیوا تو جروا جواب مع عبارات تحریر فرمائیں۔

الجواب: ہمارے آئمہ نے حکم دیا ہے کہ اگر کسی کلام میں ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک اسلام کا تو واجب ہے کہ احتمال اسلام پر کلام محمول کیا جائے، جب تک اس کا

خلاف ثابت نہ ہو پہلے جملہ میں محمد بفتح میم کیوں پڑھا جائے محمد بکسر میم کہا جائے یعنی حضور سید عالم ﷺ محمد ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باربار بکثرت حمد وثنا کئے گئے اور ان کا رب عزوجل ان کا محمد باربار بکثرت ان کی مدح و تعریف فرمانے والا، اب یہ معنی صحیح ہو گئے اور لفظ بالکل کفر سے نکل گیا اور اگر بفتح میم ہی پڑھیں اور معنی لغوی مراد ہیں یعنی ہمارا رب عزوجل بار بار بکثرت حمد کیا گیا ہے۔ جب بھی عنداللہ کفر نہ ہو گا مگر اب صرف نیت کا فرق ہو گا، بہر حال ناجائز ہونے میں شبہ نہیں ردالمختار میں ہے۔ مجرد ابہام ا لمعنی نی المحال کاف فی المنع۔ مصنف کو توبہ چاہیے اور اسے متنبہ کیا جائے، اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں مگر یہ کہ کوئی حالت خاصہ داعی ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

نیت کے فرق سے وہ الفاظ وتراکیب جو خاص رب العزت کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔ انھیں دوسروں کے لئے استعمال کرنے کی مثالیں اور تو اور خود قرآن مجید میں بھی بکثرت مل جاتی ہیں۔ اعلحضرت بریلوی قدس سرہ نے اپنی کتاب مستطاب 'الامن والعلی' میں تفصیل سے اس نکتے پر بحث فرمائی۔ مثلاً ایک ترکیب سے خیر المنزلین (سب سے بہتر اتارنے والا) سورہ یوسف میں ہے حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں سے فرماتے ہیں۔

اَلَا تَرَوْنَ اَنِّیْ اُوْفِی الْکَیْلَ وَاَنَا خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ۵ (سورۂ یوسف۔۵۹)

ترجمہ: کیا تم دیکھتے نہیں کہ میں پورا پیمانہ عطا فرماتا ہوں اور میں سب سے بہتر اتارنے والا ہوں (کہ جو میرے سایہ رحمت میں آکر اترتا ہے اُسے وہ راحت بخشتا ہوں کہ کہیں نہیں ملتی) یوسف علیہ السلام نے تو یہ فرمایا اور رب عزوجل نوح علیہ السلام سے فرماتا ہے۔ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَکًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ۔ (المنون ٢٩)

ترجمہ: (اے نوح جب تو اور تیرے ساتھ والے کشتی پر ٹھیک بیٹھ لیں تو میری حمد بجالانا)

اور یوں عرض کرنا کہ اے میرے رب مجھے برکت والا اتارنا اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے یہ اللہ عزوجل کی خاص صفت نبی صدیق (یعنی حضرت یوسف) علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے لئے کیسی ثابت فرمائی (الامن والعلیٰ ص ٨٦، مطبوعہ بریلی شریف)

اسی کتاب کے ایک دو ذیلی عنوان دیکھئے اور ساتھ ہی اعلیحضرت کے قرآنی دلائل ملاحظہ فرماتے جایئے۔ (عنوان نمبر ٨١) بندے بندوں کو رزق دیتے ہیں۔ آیت ١٠۔

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَۃَ اُولُوا الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنُ فَارْزُقُوْھُمْ مِّنْہُ وَقُوْلُوْا لَھُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا (النساء۔٨) (جب ترکہ بانٹتے وقت قرابت والے اور یتیم اور مسکین آئیں تو انھیں ان میں سے رزق دو اور ان سے اچھی بات کہو) ان آیات میں (اعلیحضرت نے اس کے ساتھ نمبر ٥ کا بھی حوالہ دیا ہے لہذا 'آیات') میں بندوں کو حکم فرماتا ہے کہ تم رزق دو۔

(عنوان نمبر ٨٢) مجاہدین کو فرشتے ثابت قدم رکھتے ہیں، اِذْ یُوْحِیْ رَبُّکَ اِلَی الْمَلٰٓئِکَۃِ اَنِّیْ مَعَکُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (الانفال۔١٢) (یعنی جب وحی بھیجی تیرے رب نے فرشتوں کو کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، تم ثابت قدم رہو۔ ایمان والوں کو)

(عنوان نمبر ٨٣) کاروبار دنیا کی فرشتے تدبیر کرتے ہیں۔

(عنوان نمبر ٨٤) اولیائے کرام بعد انتقال تمام عالم میں تصرف کرتے اور کاروبار جہاں کی تدبیر فرماتے ہیں۔ :اعلیحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے

دونوں عنوانوں پر آیت ۳۲ لکھ کر دلیل قائم کی ہے فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا (النازعات۔ نمبر ۵) (قسم ہے اُن فرشتوں کی کہ تمام کاروبارِ دنیا اُن کی تدبیر سے ہے) پہلی تفسیر کے مطابق آپ نے ان سے فرشتے اور دوسری کے مطابق اولیائے کرام کی ارواح کو اس کا مصداق ٹھہرلیا ہے۔

ان دونوں تفسیروں کی روشنی میں بحث فرما کے آخر میں لکھتے ہیں۔

'ہاں میں نے کہا تھا کہ یہ صفت حضرت عزت کی ہے نہیں نہیں یہ خاص صفت اسی کی ہے رب عزوجل فرماتا ہے. قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ۔ (یونس۔ ۳۱ ص ۵)

(اے نبی، ان کافروں سے فرماوہ کون ہے جو آسمان و زمین سے رزق دیتا ہے یا کون مالک ہے کان اور آنکھوں کا اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردے سے اور نکالتا ہے، مردے کو زندہ سے اور کون تدبیر کرتا ہے کام کی، اب کہہ دیں گے کہ اللہ تو فرما، پھر ڈرتے کیوں نہیں) قرآن عظیم خود ہی فرماتا ہے کہ یہ صفت اللہ عزوجل کے لئے ایسی خاص ہے کہ کافر مشرک تک اس کا اختصاص جانتے ہیں۔ ان سے بھی پوچھو کہ کام کی تدبیر کرنے والا کون ہے تو اللہ ہی کو بتائیں گے، دوسرے کا نام نہ لیں گے اور خود ہی اس صفت کو اپنے مقبول بندوں کے لئے ثابت فرماتا ہے کہ قسم اُن محبوبانِ خدا کی جو عالم میں تدبیر و تصرف کرتے ہیں۔ ایمان سے کہنا وہابیت کے دھرم پر قرآن عظیم شرک سے کیونکر بچا۔ (الامن والعلی ص ۸۶)

دیکھئے اعلیحضرت قدس سرہ حضور نبی کریم ﷺ اور دیگر محبوبانِ خدا کے

اختیارات و فضائل و کمالات کا انکار کرنے کی بنا پر منکرین کا تعاقب کرتے ہوئے قرآن کی آیات اور پھر حدیث کی روایات سے کتنا مدلل و مضبوط جواب دے رہے ہیں، ان آیات ہی کو دیکھ لیں، رزق دینا، زندہ کرنا، وفات دینا، بیٹا دینا، مدد کرنا، ولی و مولا ہونا، شفاعت کا اللہ کے حضور مالک ہونا، کسی پر انعام کرنا، مادر زاد اندھوں اور برص والوں کو اللہ کے حکم سے شفا دینا۔ مٹی کے پرندے بنانا، کسی بندے کا مالک ہونا، بیڑیاں کھولنا، بوجھ اتارنا وغیرہ جیسی صفات اللہ کے پاک بندوں کے حق میں مذکور ہوئی ہیں مگر کیسے بالعطا یعنی یہ صفات و کمالات ان کے ذاتی نہیں، اللہ کے بخشے ہوئے ہیں۔ اعلیحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے اسی کتاب کے مقدمے میں ایک قاعدہ کلیہ ارشاد فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

' اقول و باللہ التوفیق 'نسبت و اسناد دو قسم ہے حقیقی کہ مسند الیہ حقیقت سے متصف ہو اور مجازی کہ کسی علاقہ سے غیر متصف کی طرف نسبت کر دیں، جیسے نہر کو جاری یا جالس سفینہ کو متحرک کہتے ہیں حالانکہ حقیقتاً آب و کشتی جاری و متحرک ہیں۔ پھر حقیقی بھی دو قسم ہے۔ ذاتی کہ خود اپنی ذات سے بے عطائے غیر ہو اور عطائی کہ دوسرے نے اُسے حقیقتاً متصف کر دیا ہو خواہ وہ دوسرا خود بھی اس وصف سے متصف ہو۔ (الامن والعلیٰ ص ۵۸)

پھر 'فرق ذاتی و عطائی' کے تحت فرماتے ہیں۔

قرآن عظیم میں جابجا اولوا العلم و علماء بنی اسرائیل اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت لفظ وارد۔ یہ حقیقتِ عطائیہ ہے۔ یعنی بعطائے الٰہی وہ حقیقتاً متصف بعلم ہیں اور مولیٰ عزوجل نے اپنے نفس کریم کو علیم فرمایا۔ یہ حقیقتِ ذاتیہ ہے کہ وہ بے کسی کی عطا کے اپنی ذات سے عالم ہے، سخت احمق وہ کہ ان اطلاقات میں فرق نہ کرے۔ وہابیہ کے مسائل

استعانت وامداد وعلم غیب و تصرفات و ندا وسماع فریاد اسی فرق نہ کرنے پر مبنی ہیں (ص ۵۸،۵۹)

<u>لفظ قیوم کے بھی دو مفہوم ہیں</u> :اسی طرح لفظ قیوم کے دو مفہوم ہیں جب اسے اللہ جل مجدہ کے لئے بولا جائے تو وہ مراد ہوگی جو تفسیرات کی روشنی میں اوپر گزر چکی یعنی اللہ کے قیوم ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ واحد یکتا ہے۔ سارے عالم کا مدبر ونگران اور قیام وبقا کا ضامن ہے، وہ ہمیشہ سے قائم، لازوال اور تغیر و تبدل بلکہ مکان وزمان اور جہت وتحیز سے بھی پاک ہو۔

مگر یہ مفہوم ایک ہی ذاتِ باری کے لئے مختص ہے۔

اگر مخلوق کے کسی فرد پر اس کا اطلاق کیا جائے تو وہاں اس کا معنی ہوگا دنیا کی بقا کا ذریعہ ووسیلہ۔ معنی کوئی بندہ روحانیت میں ترقی کرتے کرتے اللہ کی خلافت کے منصب پر فائز ہو جائے تو رب کریم اُسے اپنی شان قیومیت کا مظہر بنا کر دنیا کے لئے بقا کا ذریعہ ٹھہرا دے۔ یہ تصور بھی متعدد آیات واحادیث میں موجود ہے۔ بعض کا ذکر تو اوپر آچکا ہے۔ انھیں دوبارہ ملاحظہ فرمالیجئے۔ ان کے علاوہ چند روایات احادیث بھی ہدیہ قارئین کی جاتی ہیں۔ یہ بھی اسی 'الامن والعلی' سے لی گئی ہیں (تاکہ سند رہے)

۱۔ اَلنُّجُوْمُ اَمَنَةُ السَّمَاءِ فَاِذَا ذَهَبَتِ النُّجُوْمُ اَتَى السَّمَاءَ مَا تُوْعَدُ وَ اَنَا اَمَنَةٌ لِّاَصْحَابِيْ فَاِذَا ذَهَبْتُ اَتَى اَصْحَابِيْ مَا يُوْعَدُوْنَ وَ اَصْحَابِيْ اَمَنَةٌ لِّاُمَّتِيْ فَاِذَا ذَهَبَ اَصْحَابِيْ اَتَى اُمَّتِيْ مَا يُوْعَدُوْنَ (احمد ومسلم عن ابو موسی الاشعری رضی اللہ عنہ) ترجمہ : ستارے امان ہیں آسمان کے لئے جب ستارے جاتے رہیں گے، آسمان پر وہ آئے گا۔ جس کا اس سے وعدہ ہے یعنی شق ہونا فنا ہو جانا اور میں امان ہوں

اپنے اصحاب کے لئے جب میں تشریف لے جاؤں گا، میرے اصحاب پر وہ آئے گا جس کا اُن سے وعدہ یعنی مشاجرات اور میرے صحابہ امان ہیں امت کے لئے۔ جب میرے صحابہ نہ رہیں گے، میری امت پر وہ آئے گا جس کا ان سے وعدہ ہے یعنی ظہورِ کذب ومذاہب فاسدہ وتسلط کفار۔

۲۔ اَلنُّجُوْمُ اَمَانٌ لِّاَهْلِ السَّمَاءِ وَ اَهْلُ بَيْتِيْ اَمَانٌ لِّاُمَّتِيْ (مسند ابو یعلی مستدرک حاکم عن سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ) ترجمہ : ستارے آسمان والوں کے لئے امان ہیں اور میرے اہل بیت میری امت کی پناہ۔

۳۔ اَلْاَبْدَالُ فِيْ اُمَّتِيْ ثَلٰثُوْنَ بِهِمْ تَقُوْمُ الْاَرْضُ وَ بِهِمْ تُمْطَرُوْنَ وَ بِهِمْ تُنْصَرُوْنَ (طبرانی عن عبادہ رضی اللہ عنہ بسند صحیح) ترجمہ :ابدال میری امت میں تیس ہیں، انھیں سے زمین قائم ہے، انھیں کے سبب تم پر مینہ اترتا ہے۔ اُنھیں کے سبب تمھیں مدد ملتی ہے اس حدیث پاک کے ان الفاظ پر پھر غور کیجئے۔

بِهِمْ تَقُوْمُ الْاَرْضُ انھیں سے زمین قائم ہے۔

جن کے ذریعے زمین قائم ہے۔ اُنھیں قیوم کہہ لیا جائے تو آخر کیا حرج ہے۔ ہاں اس مفہوم میں نہیں جو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے۔ بلکہ وجہِ قیام ارض کے طور پر اور اللہ کے فضل وکرم سے۔ یہ لفظ 'تقوم' قرآن پاک میں بھی آیا ہے۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ قِيَامًا وَّ ارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَ اكْسُوْهُمْ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا (النساء۔۵) ترجمہ : نادانوں کو اپنے مال کہ خدا نے تمھاری ٹیک بنائے ہیں نہ دو اور اُنھیں اُن میں سے رزق دو اور کپڑے پہناؤ اور اُن سے اچھی بات کہو۔

آیت کے اس حصے پر غور فرمایئے۔

اَمْوَالَکُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللہُ لَکُمْ قِیَاماً

یعنی وہ تمہارے مال جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے قیام (یعنی ٹیک یا گزارہ) بنایا ہے۔ اگر 'مال' وجہ قیام ہیں تو مردان کامل جنھیں قرآن کی آیات میں مدبرات امر افرمایا گیا ہے، دنیا کے لئے وجہ بقا و قیام کیوں نہیں ہو سکتے بالخصوص جب یہ تصریح (متعدد احادیث میں) اوپر گزر چکی ہے۔

یہ تھا وہ پس منظر جس میں اللہ کے برگزیدہ بندوں کو قیوم کہا جاتا ہے، چنانچہ حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی کا اپنا بیان ملاحظہ ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتَابَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَ مِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَ مِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَیْرَاتِ بِاِذْنِ اللہِ" ترجمہ: پھر ہم نے کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا کوئی ان میں سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے اور کوئی اعتدال پر چلنے والا اور کوئی اللہ تعالیٰ کے حکم سے خیرات میں سب سے بڑھنے والا ہے اور فرماتا ہے۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ترجمہ: ہم نے اپنی امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے پیش کی لیکن انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اٹھا لیا یہ بڑا ہی ظالم اور جاہل ہے۔

ان دونوں آیتوں کی مراد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے لیکن ہم تاویل بیان کرتے ہیں جو ہم پر ظاہر ہو گئی ہے۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا (یا اللہ تو ہمارے بھول چوک پر مواخذہ نہ کر)

جاننا چاہئے کہ ان اللہ خلق ادم علی صورتہ (اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے اللہ تعالیٰ صورت سے پاک اور برتر ہے۔ پس آدم کا اس کی صورت پر پیدا ہونا اس طرح پر ہو سکتا ہے کہ اگر مرتبہ تنزیہہ کی صورت عالم مثال میں فرض کی جائے تو بیشک یہ صورت جامع صورت ہو گی جس پر یہ انسان جامع موجود ہوا ہے دوسری صورت کو یہ قابلیت حاصل نہیں کہ اس مرتبہ مقدسہ کی تمثال ہو سکے اور اس کا آئینہ بن سکے۔ یہی باعث ہے کہ انسان حق تعالیٰ کی خلافت کے لائق ہوا ہے۔ کیونکہ خلیفہ جب تک شے کی صورت پر مخلوق نہ ہو اس شے کی خلافت کا مستحق نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ شے کا خلیفہ اس کا خلف اور قائم مقام ہوتا ہے۔ چونکہ انسان رحمٰن کا خلیفہ بن گیا۔ اس لئے بار امانت بھی اسی کو اٹھانا پڑا۔ **لا یحمل عطا الملك الا مطا یاه** (بادشاہ کے عطیوں کو اسی کے اونٹ اٹھا سکتے ہیں) آسمان اور زمین اور پہاڑ یہ جامعیت کہاں سے لاتے تا کہ حق تعالیٰ کی صورت پر پیدا ہوتے اور اس کے خلافت کے لائق ہو کر بار امانت کو اٹھا سکتے۔

محسوس ہوتا ہے کہ بالفرض اگر اس بار امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے حوالے ہی کرتے تو ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے اور ان کا کچھ اثر باقی نہ رہتا۔ وہ امانت اس فقیر کے خیال میں نیابت کے طور پر تمام اشیاء کی قیومیت ہے۔ جو انسان کامل کے ساتھ مخصوص ہے۔ یعنی انسان کے دل کا معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ اس خلافت کے حکم سے تمام اشیاء کا قیوم بنا دیتے ہیں اور تمام مخلوق کو تمام ظاہری باطنی کمالات کا افاضہ اور

بقا اسی کے ذریعے پہنچاتے ہیں اگر فرشتہ ہے تو وہ بھی اسی کے ساتھ متوسل ہے اور اگر جن و انس ہے تو وہ بھی اسی وسیلہ کو پکڑتا ہے۔ غرض حقیقت میں تمام اشیاء کی توجہ اسی کی طرف ہوتی ہے اور سب اسی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں خواہ وہ اس امر کو جانیں یا نہ جانیں۔ فرمایا۔ انہ کان ظلوماً۔ یعنی اپنی جان پر یہاں تک ظلم کرتا ہے کہ اپنے وجود اور توابع وجود کا کوئی نام و نشان اور اثر و حکم باقی نہیں چھوڑتا۔ واقعی جب تک اس طرح کا حکم نہ کرے بار امانت کے لائق نہیں ہو سکتا۔ جھولاً۔ یعنی اس قدر جاہل ہے کہ اس کو اپنے مطلوب کا علم و ادراک نہیں۔ بلکہ ادراک سے عاجز ہونا اور علم سے جاہل ہونا اس کا مقصود ہے۔ یہ عجز و جہل اس مقام میں کمالِ معرفت ہے۔ کیونکہ سب سے زیادہ جاہل اس مقام میں سب سے زیادہ عارف ہوتا ہے اور جو سب سے زیادہ عارف ہوگا۔ وہی بار امانت کے لائق ہوگا۔ یہ دونوں وصف گویا بار امانت کے اٹھا لینے کا باعث ہیں یہ عارف جو اشیاء کی قیومیت کے مرتبہ سے مشرف ہوا ہے۔ وزیر کا حکم رکھتا ہے۔ جس کی طرف تمام مخلوقات کے ضروری کام اور معاملات راجع ہیں۔ انعام اگرچہ بادشاہ کی طرف سے ہیں لیکن وزیر کے ذریعے سے پہنچتے ہیں۔

اس دولت کے رئیس ابو البشر حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام ہیں۔ یہ مرتبہ اصلی طور پر اولوالعزم پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے یا ان لوگوں کے ساتھ جن کو ان بزرگواروں کی وراثت و تبعیت کے طور پر اس دولت سے مشرف فرمائیں گے۔

بر کریماں کارہائے دشوار نیست

کریموں پر نہیں مشکل کوئی کام

ترجمہ: وارثان کتاب میں سے پہلا گروہ جو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں

سے ہیں۔ یہی ظالم لنفسہ ہیں جو منصب ولایت و قیومیت سے مشرف ہیں۔ ان برگزیدہ لوگوں میں سے دوسرا گروہ جن کو مقتصد سے تعبیر فرمایا ہے، وہ لوگ ہیں جو دولتِ خلت سے مشرف ہیں اور صاحب سر اور اہل مشورت ہیں۔ اگرچہ بادشاہی کا معاملہ اور کاروبار وزیر کے متعلق ہے لیکن خلیل یعنی دوست ہمنشیں، غمخوار اور انیس ہوتا ہے۔ یعنی خلیل اپنے آرام کے لئے ہے اور وزیر دوسروں کے کاروبار کے لئے۔ ان دونوں میں بہت فرق ہے۔

اس مقام عالی یعنی خلت کے سر حلقہ حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ الصلوۃ والسلام ہیں یا وہ لوگ جو اس مقام عالی سے مشرف ہوئے ہیں۔ یار و ندیم اور ہوتا ہے اور محب و محبوب اور۔ وہ اسرار و معاملات جو محب و محبوب کے درمیان گزرتے ہیں، یار و ندیم کا وہاں کچھ دخل نہیں۔ اگرچہ کمال الفت و انس کے وقت محبت کے خفیہ اسرار کو جلیل القدر خلیل کے ساتھ بیان کر سکتے ہیں اور اس کو محب و محبوب کے اسرار کا محرم بنا سکتے ہیں۔ محبوں کے سر حلقہ حضرت کلیم اللہ علیہ الصلوۃ والسلام ہیں اور محبوبوں کے سرگروہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوۃ والسلام ہیں یا ان بزرگواروں کی وراثت اور تبعیت سے جس کسی کو ان دو مقاموں سے مشرف فرمائیں۔ اور وہ مقامات جو مقامِ محبت سے اعلیٰ ہیں۔ اس فقیر کے کسی مکتوب میں بیان ہو چکے ہیں۔ ان میں بھی صدر نشیں محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ وہ سب مقامات سابقین کے مقام میں داخل ہیں جو وارثان کتاب میں سے تیسرے گروہ کو نصیب ہیں۔

رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّ هَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (اے ہمارے رب تو اپنے پاس سے ہم پر رحمت نازل فرما اور ہمارے کاموں میں ہماری بھلائی ہمیں مہیا فرما دے) وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى (دفتر دوم: مکتوب ۴۷)

شیخ المجدد دین رضی اللہ عنہ کی اس تصریح کے بعد زیادہ بحث و تمحیص کی ضرورت نہیں رہتی۔ آپ نے اسے منصب خلافت سے تعبیر فرمایا ہے جو قرآن کی نص قطعی سے ثابت ہے۔ ظاہر ہے ہر انسان کو یہ شرف حاصل نہیں ہو سکتا بلکہ یہ انسان کامل سے مختص ہے۔ ذرا ان لفظوں پر پھر غور فرمائیے۔

ترجمہ : وہ لمانت اس فقیر کے خیال میں نیابت کے طور پر تمام اشیاء کی قیومیت ہے جو انسانِ کامل کے ساتھ مخصوص ہے یعنی انسان کامل کا معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ اس کو خلیفہ ہونے کی وجہ سے تمام اشیاء کا قیوم بنا دیتے ہیں لور تمام مخلوق کو تمام ظاہری باطنی کمالات کا افاضہ لور بقا اسی کے ذریعے پہنچاتے ہیں۔ ملک العلما علامہ عبدالعلی لکھنوی علیہ الرحمۃ اپنے رسالے وَحْدَةُ الْوُجُوْدِ وَ شُهُوْدُ الْحَقِّ فِيْ كُلِّ مَوْجُوْدٍ میں فرماتے ہیں۔

انسان کامل اللہ کے تمام اسماء و صفات کا مظہر ہے اللہ نے اس کو اپنا خلیفہ بنایا ہے تا کہ وہ اپنے باطن کی مدد سے کائناتِ عالم کو باقی رکھے لور کائنات میں سے ہر ایک کو اس کے لائق کمال لور نقصان عطا کرے۔ اس بیان سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ کائنات کو بقا دینے والا انسانِ کامل ہے۔ ایسا خیال کرنا کفر ہے۔ دینے والا لور باقی رکھنے والا اللہ ہی ہے، انسانِ کامل صرف وسیلہ بنا ہے۔

تمام خلائق میں انسانِ کامل لور اللہ کے خلیفۂ اعظم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ دنیا میں آپ کی آمد سے پہلے انبیاء لور رسول آپ کے نائب لور اللہ کے خلیفہ تھے آپ کے وصال کے بعد قطب الاقطاب آپ کا نائب لور اللہ کا خلیفہ لور اللہ کی مہر ہے۔

حضرت العلام مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی علیہ الرحمہ اپنی کتاب "حضرت مجدد اور ان

کے ناقدین" میں یہ حوالہ درج کر کے اس پر یوں تبصرہ کرتے ہیں۔

"انسان کامل لور قطب الاقطاب کے متعلق جو کچھ شیخ اکبر نے کہا حضرت مجدد نے بھی وہی کہا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کے دفتر دوم کا مکتوب نمبر اور دفتر سوم کا مکتوب نمبر ۸۰ ملاحظہ کیا جائے۔ فرق صرف نام کا ہے۔ شیخ اکبر جس فردِ اکمل کو قطب الاقطاب کہتے ہیں حضرت مجدد اُسی کو قیوم کہتے ہیں۔ اس بات پر دونوں حضرات کا اتفاق ہے کہ فرد اکمل اللہ کے تمام اسماء و صفات کا مظہر ہے۔ چونکہ قیوم بھی اللہ کی ایک صفت ہے لور فرد اکمل اس صفت کا بھی مظہر ہے لہذا وہی صفت اس کے منصب کا نام ہونی چاہئے۔ اَلْقَيُّوْمُ مُدَبِّرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ كُلِّ شَيْءٍ قَائِمٌ بِاَمْرِهٖ ('قیوم آسمانوں لور زمینوں کا مدبر ہے لور ہر شے کا قیام اس کے امر سے' ص ۶۵)

"جوبات شیخ اکبر لور حضرت مجدد نے کہی ہے تمام مشائخ نے کہی ہے۔ فرق صرف نام میں ہے۔ کسی نے غوث کا نام رکھا، کسی نے قطب الاقطاب کا، کسی نے قطب مدار کا، کوئی مشکل کشا کہتا ہے، کوئی کرتا دھرتا، کوئی قیوم، حضرت سیدنا عبدالقادر غوث کہلائے، حضرت شاہِ نقشبند مشکل کشا، حضرت مجدد قیوم، منصب ایک ہے نام مختلف"

اس کی مزید تصدیق 'ملفوظاتِ اعلیحضرت' سے ہو جاتی ہے۔

ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

عرض غوث ہر زمانہ میں ہوتا ہے؟

ارشاد بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے

عرض غوث کے مراقبے سے حالات منکشف ہوتے ہیں؟

ارشاد نہیں بلکہ انھیں ہر حال یونہی مثل آئینہ پیش نظر ہے۔

اعلیحضرت کے الفاظ 'بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے پر غور فرمایئے 'اگر یہ بات سچ ہے اور یقیناً سچ ہے تو ہماری اس تحریر پر شاہد عادل ہے۔ ہاں ہاں جس کے بغیر زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے اگر اسے قیوم یا قیوم عالم کہہ لیا جائے تو کونسی قیامت ٹوٹ پڑے گی۔ قائم رکھنے والا قیوم حقیقی خالق ارض و سما ہے۔ اور جس کے ذریعے اور واسطے سے اس نے انھیں بے قائم رکھا ہے۔ وہ اس کا سچا نائب، غوث اور مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں خلیفہ ہونے کی وجہ سے قیوم عالم ہے۔ یہ قیوم، قیوم حقیقی کی طرح خالق، واجب الوجود، قدیم اور زمان و مکاں سے پاک نہیں بلکہ اُس کا بندہ، مخلوق، ممکن الوجود، حادث اور زمانی و مکانی ہے۔ ہاں بندگی اور قرب کے اس مقام پر فائز ہو چکا ہے کہ قیوم حقیقی کی ذات و صفات کا مظہر کامل ہے (جب کہ ہر مخلوق اپنے خالق کی شان تخلیق کی اپنی اپنی حیثیت کے مطابق مظہر ہے)

رہ گئی یہ بات کہ 'قیوم' اور 'قیومیت' کی اصطلاح سب سے پہلے حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ ہی نے کیوں اختیار فرمائی۔ اس کا جواب بھی حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی (فاضل ازہر) علیہ الرحمۃ کے الفاظ میں ملاحظہ فرائیے۔ وہ آپ کے نظریہ قیومیت پر یوں اظہار خیال فرماتے ہیں

'اب خیال کرنا چاہئے کہ اس عبارت میں کون سی بات قواعدِ شرعیہ کے خلاف ہے۔ خلیفہ اجل و اکمل و افضل سرور دو عالم ﷺ کی ذاتِ جامع صفات ہے، جو کہ سید الانبیا و المرسلین ہیں اور نبوت آپ کو اس وقت سے بھی پیشتر ملی تھی۔ جب کہ حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا نہ بنا تھا جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔ کنت نبیا و ادم بین الروح و الجسد۔

جب تک آپ کا ظہور نہ ہوا آپ کی نیابت انبیاء کرام علیہم السلام کرتے رہے۔ لیکن آپ کے بعد یہ منصب آپ کی امت کے جلیل القدر افراد کے سپرد ہوا۔ یہ مقام اور یہ رتبہ از روز اول موجود ہے۔ اور اس کے شایان شان افراد بھی ہوتے چلے آرہے ہیں۔ یہی اللہ کا طریقہ رہا ہے۔ غایت مافی الباب اس نام سے یہ رتبہ ظاہر نہیں ہوا تھا۔ جب تک وظیفہ خلافت حضراتِ انبیا علیہم السلام سے متعلق رہا ہے۔ اظہار کی ضرورت نہ تھی کیوں کہ نبوت کا مقام ان تمام مراتب عالیہ کو لئے ہوئے ہے۔ ہمارے حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر نبوت ختم ہوئی اور ضرورت پیدا ہوئی کہ مراتب عالیہ کا علیحدہ علیحدہ ظہور ہو، چنانچہ جب بھی جس عہدہ کے ظہور کا وقت آیا وہ عہدہ ظاہر ہوا یعنی قطب، غوث وغیرہ اور قیومیت کا ظہور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس اللہ سرہ السامی کی مبارک ذات سے ہوا۔ ذالك فضل الله يو تيه من يشاء و الله ذو الفضل العظيم۔

ع این سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

عربی زبان موجود تھی، لیکن اس کی تدوین کا شرف ائمہ لغت کو ملا۔ نحو و صرف کا وجود تھا لیکن ایک فن کی شکل میں خلیل، شیبویہ، کسائی، اخفش وغیرہ نے اس کو ظاہر کیا۔ علم کلام کا ظہور شیخ ابوالحسن اشعری، شیخ ابو منصور، تریدی وغیرہ سے ہوا۔ علم فقہ کا ظہور امام اعظم، امام شافعی وغیرہما سے ہوا۔ آداب طریقت کا بیان اور طرق موصلہ الی اللہ کا اظہار اور اولیاء اللہ کے مراتب غوث، قطب فرد وغیرہ کی نشاندہی حضرت جنید بغدادی، حضرت ذوالنون مصری، حضرت عبدالقادر جیلانی، حضرت شہاب الدین سہروردی، حضرت معین الدین سنجری اجمیری، حضرت شیخ احمد بردی، حضرت نجم الدین کبریٰ، حضرت محمد بہاؤالدین نقشبندی بخاری، وامثالہم قدس اللہ تعالی اسرار ہم و افاض

علینا من برکاتھم و معارفھم سے ہوا۔ یہ تمام علوم اور معارفِ عالیہ جناب رسول خدا ﷺ کے علوم و معارف کا ظہور ہیں۔ آپ کا ارشاد ہے۔ اُوتِیتُ عِلمَ الاَوَّلِینَ وَالاٰخِرِینَ۔ قیومیت کے اظہار کے لئے ایسے فردِ کامل کی ضرورت تھی کہ علم ظاہر و باطن میں درجہ کمال کو پہنچا ہوا ہو۔ رسول اللہ ﷺ کے اتباع میں اپنا نظیر یہ نہ رکھتا ہو۔ صاحبِ صحو اور ہوش ہو۔ خدا دہدِ عزم اور قوی العمل ہو۔ ان صفات جلیلہ سے پروردگار نے حضرت امام ربانی کو پوری طرح متصف فرمایا تھا۔ لہٰذا اس کام کے لئے

قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ کی اپنی تصریحات اور پھر حضرت زید فاروقی علیہ الرحمہ کی تشریحات کی روشنی میں یہ امر بالکل واضح ہو گیا ہے کہ حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کو اس معنی میں قیوم اول نہیں کہتے کہ آپ سے پہلے کوئی قیوم نہیں۔ قیومیت تو خلافت کا لازمہ ہے۔ لہٰذا قیوم اول تو اس اعتبار سے حضرت ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام ہوئے بلکہ حقیقت میں وہ ذات پاک جنھیں سب سے پہلے نبوت عطا ہوئی یعنی سید المرسلین حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ علیھم الصلوۃ والسلام جو قادرِ مطلق کے نائب مطلق، اصل موجودات اور تاجدارِ لولاک لما ہیں۔ اُنھیں کے صدقے حضرت آدم علیہ السلام کو خلافت اور شان مسجودیت عطا ہوئی۔ انبیاء و مرسلین اپنے اپنے دور میں اس منصب پر فائز رہے۔ اُنھیں قیوم کہنا اس لئے مناسب نہ تھا کہ یہ منصب ان کی نبوت ہی کے ضمن میں آ گیا تھا اور ان کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے سب سے مناسب اور اہم و اعلیٰ لفظ نبی اور رسول ہی ہے۔ حضور رحمت عالم ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ کے ساتھ سلسلہ نبوت و رسالت تو ختم ہو گیا مگر ولایت و قیومیت کا منصب قائم رہا۔ صحابہ کرام اہل بیت اور ان

کے بعد بھی نمایاں افراد اس پر فائز ہوتے رہے۔ مگر اس کا ظہور حکمتِ خداوندی کے تحت حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ کے ذریعے ہوا۔ اسی وجہ سے اُنھیں قیوم اول کہا جاتا ہے۔ پھر قیوم اول نے اپنے بعد آنے والے قیوم کی بشارت دی تو وہ قیوم دوم، پھر یونہی قیوم سوم اور قیوم چہارم تک پہنچا۔ یقیناً اب بھی جاری ہے اور قیام قیامت تک رہے گا۔ چونکہ قیوم چہارم کے بعد کوئی واضح اور حتمی تصریح نہیں تھی۔ لہٰذا پنجم و ششم وغیرہ کے بغیر ہی منصب چل رہا ہے اور مختلف اہل عقیدت اپنی اپنی عقیدت و محبت یا بعض اہل مشاہدہ کے ارشادات کی بنا پر کسی کو قیوم سمجھ لیتے ہیں۔

ہمارے دور کے بعض لوگ جو محمد بن عبدالوہاب نجدی کے مزاج سے 'مشرف' ہیں اور سنی بلکہ رضوی کہلانے کے باوجود حکم تکفیر یا تفصیل میں بہت جلد باز واقع ہوئے ہیں ۔ کسی بھی بزرگ کی گستاخی کرنے کے بہانے تلاش کرتے رہتے ہیں اور اگر کہیں سے کیسی ہی کمزور دلیل بھی مل جائے تو ان کے لئے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بن جاتی ہے۔ اعلیحضرت مجدد ملت قدس سرہ نے بزرگوں کا جتنا ادب سکھایا ہے، یہ اتنی ہی بے ادبی کر کے خوش ہوتے بلکہ اپنی للّٰھیت پر وجد میں آکر رقص کرتے ہیں۔ چنانچہ کبھی یہ 'مجدد الف ثانی' جیسی ترکیب پر پیچ پا ہوتے ہیں اور کبھی لفظ 'قیوم' پر انھیں لاکھ سمجھاؤ کہ اعلیحضرت بھی انھیں مجدد الف ثانی کہتے ہیں اور اکابر اسلام میں شمار کرتے ہیں مگر ایک نہیں سنتے وقتی طور پر خاموش ہو جائیں تو بھی دل اُن کے بغض سے کالا ہی رہتا ہے گذشتہ باب میں اس پر چونکہ بحث ہو چکی ہے۔ لہٰذا دوبارہ چھیڑنا مناسب نہیں۔ لفظ 'قیوم' کے بارے میں ان کا بہانہ اعلیحضرت قدس سرہ کا وہی فتویٰ ہے جو اوپر گزر چکا۔ حالانکہ اس فتوے سے استفتاء میں اس کا پس منظر بھی دیا گیا ہے کہ کوئی بدنصیب اپنے پیر کے لئے خدا دہدِ کریم اور حضور

رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے خصوصی اسما بھی استعمال کرتا تھا اور انھیں معانی میں کرتا تھا جو خدا اور اس کے رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہیں ۔یہ یقیناً کفر ہے۔اسی طرح وہ خدا کی طرح ہی 'قیوم' بنا بیٹھا تھا۔اعلیحضرت نے اس پر کفر کا فتویٰ دیا اور یہ حق تھا۔۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے لئے جو لفظ 'قیوم' بولا جاتا ہے ۔ان معنوں میں نہیں جو اللہ کے ساتھ مخصوص ہیں بلکہ یہ معنی مخلوق ہی پر صادق آتے ہیں اور خلیفہ ربانی کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔لہذا شرک و کفر نہیں چنانچہ سابقہ صفحات میں اس پر تفصیل سے روشنی ڈال دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ جن فقہا کا حوالہ اعلیحضرت نے دیا ہے اُن کا مقصود بھی یہی تھا۔خدانخواستہ اگر اعلیحضرت قدس سرہ سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بد ظن ہوتے تو کھلم کھلا اظہار فرمادیتے جو آپ کی شان مجددیت کا بھی تقاضا تھا اور فطرتِ سلیمہ کا بھی کون نہیں جانتا کہ اعلیحضرت کا علم بہت وسیع تھا اور اس سے بھی زیادہ قابل تعریف آپ کا حق بات بر ملا کہنے کا جذبہ تھا۔آپ **لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون** کی عملی تصویر اور **لا یخافون لو مۃ لائمہ** کی مجسمہ تفسیر تھے۔کیا آپ نے مکتوبات شریفہ کا مطالعہ نہیں فرمایا تھا اور کیا آپ کو حضرت شیخ مجدد رضی اللہ عنہ کے دعویٰ قیومیت کا علم نہیں تھا یقیناً تھا پھر اس صورت آپ کا حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ لکھنا کس معنی میں ہے، سوا اس کے آپ کے نزدیک فقہا کا فتویٰ کفر اس شخص پر ہے جو کسی مخلوق کو خالق کی طرح قیوم مانے۔جب شیخ محقق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت سلطان اورنگ زیب عالمگیر، حضرت مظہر جانجاناں آپ کے شیخ الشیخ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور ان سے پہلے ان کے والد شیخ حضرت شاہ ولی اللہ مورث دہلوی رضی اللہ عنہم جو سب کے سب اعلیحضرت فاضل

بریلوی قدس سرہ کے ممدوحین ہیں، حضرت شیخ مجدد الف ثانی قدس سرہ کو قیوم مانتے اور لکھتے تھے تو معاذاللہ اعلیحضرت اس کو کفر کیونکر کہہ سکتے تھے اور فقہا کے فتویٰ کفر کا وہ منشا کیوں لیتے جو دور حاضر کی انتشار پسند، منہ پھٹ اور مفسدہ پرداز طبائع کا خصوصی ہتھیار ہے

حکیم الامت کا فیصلہ : آیئے اس کا فیصلہ مزید اطمینان قلب کے لئے حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کراتے ہیں (آپ 'اشرف التفاسیر' یعنی تفسیر نعیمی پ ۳ میں آیۃ الکرسی کے تحت 'القیوم' کے ضمن ص ۳۱، ۳۰ پر لکھتے ہیں۔رب تعالیٰ قیوم حقیقی ہے کہ اس کے ارادہ واذن سے عالم موجود قائم ہے اور بعض حضرات اولیا قیوم بالعرض ہیں جن کے ذریعے عالم کو رب نے قائم رکھا ہے۔

یہاں قیوم حقیقی یعنی جہان کو رکھنے والا مراد ہے، یہ رب تعالیٰ ہی کی صفت ہے۔

پھر ص ۳۶، ۳۷ پر ہدایت ضروری کے ذیلی عنوان سے لکھتے ہیں۔

صوفیائے کرام کی اصطلاح میں ولایت کا ایک درجہ قیومیت بھی ہے۔اس درجہ والے لوگ قیوم عالم کہلاتے ہیں اس لحاظ سے حضرت مجدد صاحب قدس سرہ کی کتب میں بعض اولیاء کو قیوم اول اور قیوم دوم وغیرہ کہا گیا ہے۔وہاں قیوم کے معنی ہی اور ہیں ۔فقہا فرماتے ہیں کہ کسی بندہ کو قیوم کہنا کفر ہے۔الخ) کا یہ مطلب ہے کہ جس معنی سے خدا کو قیوم کہتے ہیں۔اس معنی میں اوروں کو قیوم کہنا کفر ہے۔خدا تعالیٰ عالم کا قائم رکھنے والا ہے، لہذا وہ قیوم ہے، ان حضرات کے ذریعے عالم قائم ہے۔جیسے مرکز سے دائرہ اور دیوار سے چھت، لہذا وہ قیوم عالم ہوئے۔چونکہ آسمان و زمین مثل دائرہ گول ہیں اور دائرہ میں مرکز قطبین وغیرہ سب ہی ہوتے ہیں۔ایسے ہی عالم میں ابدال، اوتاد قطب اور قیوم کا ہونا

ضروری ہے جن سے عالم باقی رہے۔ دیکھو رب کا نام بھی علی ہے۔ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو بھی علی کہتے ہیں۔ ان دونوں کے معنی میں بڑا فرق ہے ان حضرات کے نزدیک قطب عالم یا قیوم عالم سے تمام جہان اسی طرح قائم ہے، جیسے خیمے کی چوب سے خیمہ یا دل سے تمام جسم کہ خیمے اور جسم کو رب تعالیٰ ہی قائم رکھے ہوئے ہے مگر ان اسباب کے ذریعے سے، یہ بات ضرور خیال رکھیں کہ اسی لفظ قیوم پر بہت دھوکا ہوتا ہے۔

یہ تھا حضرت حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خاں صاحب علیہ الرحمۃ کا فقہا کی عبارت کے بارے میں فیصلہ اگر پھر بھی کوئی حیلہ جو مطمئن نہ ہو تو انصاف سے بتایئے فتاویٰ ہندیہ یعنی فتاویٰ عالمگیری جس شخصیت کے حکم سے مرتب ہوا تھا اس کی بھی کوئی حیثیت ہے کہ نہیں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں اعلیٰحضرت مجدد ملت فاضل بریلوی قدس سرہ اسے سلطان اسلام اور آپ کے خلیفہ مجاز ملک العلماء حضرت ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ اسے اپنی صدی کے مجددین میں شمار کرتے ہیں۔ اگر ان دونوں بزرگوں کی رائے درست ہے تو آیئے اس سلطان اسلام مجدد مایۂ حضرت اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمۃ کا وہ قطعہ تاریخ دیکھیں جو آپ نے قیوم ثانی عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ معصوم رضی اللہ عنہ کے وصال پر لکھا تھا۔ [illegible]

قیوم جہاں خلیفۃ اللہ   دانندہ راز ہائے مکتوم
در دائرہ وجود تا بود   بودش بجہاں مثال معدوم
تاریخ وسال اوخرد گفت   رفتہ ز جہاں امام معصوم

حضرت مجدد بارگاہ رسالتمآب ﷺ میں: ہمارے نزدیک حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کو حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ کے ساتھ ایسا عشق تھا جس

کی مثال کم از کم ان کے بعد نہیں ملتی۔ حقیقت میں آپ کا یہی جنون عشق تھا جس نے آپ کو دنیا کے جاہ و جلال سے بے نیاز کر کے جابر سلطانوں کے منہ پر کلمہ حق کہنے کی جرأت بخشی اور تاریک ترین حالات میں بھی اسلامی انقلاب کی مستحکم بنیاد ڈالی۔ محبت رسول ﷺ کی درج ذیل علامات جو خود حضور پر نور ﷺ نے بیان فرمائی ہیں۔ آپ باب اول سے ان کی روشنی میں آپ کے جذبہ عشق کا کچھ نہ کچھ اندازہ کر چکے ہوں گے۔ علامات یہ ہیں۔ فَقِيلَ وَ مَتٰى اُحِبُّ رَسُوْلَهٗ قَالَ اِذَا اتَّبَعْتَ طَرِيْقَةً وَ اسْتَعْمَلْتَ سُنَّتَهٗ وَ اَحْبَبْتَ بِحُبِّهٖ وَ اَبْغَضْتَ بِبُغْضِهٖ وَ وَالَيْتَ بِوَلَايَتِهٖ وَ عَادَيْتَ بِعَدَاوَتِهٖ ۔۔۔۔۔ الخ (مقدمہ دلائل الخیرات) ترجمہ: پھر (حضور اکرم ﷺ سے) پوچھا گیا کہ اللہ کے رسول کا محب کب ہوں گا (یعنی محبت رسول کی علامات کیا ہیں) فرمایا، جب تو ان کی راہ پر چلے، ان کی سنت پر عمل کرے گا ان کے پیار کے سبب پیار کرے، ان کے بغض کے سبب بغض رکھے، ان کی دوستی کے سبب دوستی رکھے اور دشمنی کے سبب دشمنی رکھے۔

حضرت سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی سیرت کا سب سے چمکتا ہوا عنوان یہی علامات ہیں جو آپ کے کردار کا حصہ ہی نہیں بلکہ آپ عمر بھر ان کی تبلیغ و ترویج بھی کرتے رہے۔ یہ سب علامات بدرجہ کمال آپ میں موجود تھیں۔ ان کے علاوہ محبت کی ایک اور اہم علامت بھی حدیث ہی میں بیان ہوئی ہے، وہ بھی کم اہم نہیں بلکہ شاید ان سب سے مقدم اور ان کی بنیاد ہے۔ حضور پر نور ﷺ فرماتے ہیں۔

مَنْ اَحَبَّ شَيْئًا اَكْثَرَ ذِكْرَهٗ

ترجمہ: جس کو کسی چیز سے محبت ہوتی ہے وہ اکثر اسی کا ذکر کرتا ہے۔
(زرقانی علی المواہب جلد ۶) محبت کی یہ علامت بھی بڑی فیصلہ کن ہے۔ آپ حضرت مجدد

قدس سرہ کے مکتوبات بلکہ ہر کتاب میں جا بجا اللہ کے محبوبِ اعظم ، حضور رسول اکرم ﷺ کا ذکرِ خیر پائیں گے اور محسوس کریں گے کہ عظمت و سطوتِ محبوب خدا ﷺ کا یہ ذکر عالمانہ ہی نہیں، عاشقانہ انداز میں بھی کیا گیا ہے۔

یوں لگتا ہے آپ نے مقام مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کو دیکھا ہی نگاہِ عشق و مستی سے ہے اور بقول حکیم الامۃ

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ

آیئے عظمتِ محبوب ﷺ کے چند نثری نغمات ہم بھی حضرت مجدد کی زبان قلم سے سنیں۔

حمد و نعت : **فلا یصل حمد حامد الی جناب قدس ذاته بل منتهی جمیع المحامد دون سرا د قات عزته فهو الذی اثنی علی نفسه و حمد ذاته بذاته فهو سبحانه الحامد و المحمود و ما سواه عاجز عن ادا الحمد المقصود کیف و قد عجز عن حمده سبحانه من هو حامل لوا ء الحمد یوم القیمة تحته ادم و من هو ونه و هو افضل البرایا و اکملهم و ظهوراً و اقر بهم منزلةً و اجمعهم کمالاً و اشملهم جمالاً و اتمهم بدراً و ارفعهم قدراً و اعظمهم ابهة و شرفاً و اقو مهم دینا و اعد لهم ملةً و اکر مهم حسباً و اشرفهم نسباً و اعرفهم بیتا لو لا لما خلق الله سبحانه الخلق و لما اظهر الربو بیة و کان نبیاً و ادم بین الماء و الطین و اذا کان یوم القیمة کان هو امام النبین و خطیبهم و صاحب شفاعتهم الذی قال نحن الاخرون و نحن السابقون یو م القیمة و**

انی قائل قولاً غیر فخر و انا حبیب الله و انا خاتم النبین و لا فخر وانا اول الناس خروجاً اذا بعثوا و انا قائد هم اذا و فدوا و انا خطیبهم اذا انصتوا و انا مستشفعهم اذا حسبوا و انا مبشرهم اذا یئسو ا الکرامة و المفاتیح یو مئذ بیدی.

(دفتر دوم حصہ ششم مکتوب نمبر ۱)

ترجمہ : کسی حمد کرنے والے کی حمد اس کی ذات بلند کی پاک بارگاہ تک نہیں پہنچتی بلکہ اس کی عزت و جلال کے پردوں سے دور ہی رہتی ہے۔ اس نے اپنی آپ ہی تعریف کی ہے اور اپنی حمد آپ ہی بیان فرمائی ہے۔ سو وہ ذاتِ پاک حامد بھی اور محمود بھی ہے ۔ تمام مخلوقات حمد مقصود کے ادا کرنے سے عاجز ہے۔ کیوں نہ ہو جب کہ رسول اللہ ﷺ بھی اس کی حمد سے عاجز ہیں جو قیامت کے دن لواء حمد کے اٹھانے والے ہیں جس کے نیچے حضرت آدمؑ اور تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ ظہور میں تمام مخلوق میں افضل اکمل، مرتبے میں سب سے زیادہ قریب اور سب سے زیادہ حسن و جمال و کمال کے جامع ہیں۔ ان کی قدر سب سے بلند اور ان کی زبان سب سے عظیم، ان کا دین سب سے زیادہ مضبوط اور ان کی ملت سب سے زیادہ راست ہے۔ حسب میں سب سے کریم، نسب میں سب سے شریف، سب سے معزز خاندان والے اگر آپ (مقصود) نہ ہوتے تو اللہ سبحانہ خلقت کو پیدا نہ فرماتا اور نہ اپنی ربوبیت ہی ظاہر فرماتا، آپ اس وقت بھی نبی تھے جب آدم ابھی پانی اور مٹی (کے مرحلے) میں تھے (یعنی ان کا جسم تیار ہو رہا تھا) قیامت کے دن آپ تمام انبیاء کے امام و خطیب اور شفیع ہوں گے۔ آپ ہی نے فرمایا ہے کہ ہم آخر میں آنے والے بھی ہیں اور قیامت کے دن سب سے پہلے (جنت میں داخل ہونے والے) بھی۔ (اور یہ بھی فرمایا کہ) یہ بات فخر سے نہیں کہتا (بلکہ شکر کے طور پر کہتا ہوں) کہ میں اللہ کا حبیب ہوں اور آخری نبی ہوں اور مجھے اس پر بھی فخر نہیں۔ اور

سب سے پہلے میں (قبر سے) نکلوں گا (قیامت کے دن) لوگ اٹھائے جائیں گے، میں ان کا قائد رہنما ہوں گا جب وہ وفد کی صورت میں چلیں گے، میں ان کا خطیب و نقیب ہوں گا جب وہ خاموش ہوں گے، میں ان کی شفاعت کروں گا جن اُنھیں روک دیا جائے گا اور میں انھیں خوشخبری سناؤں گا جب وہ مایوس ہوں گے، عزت اور چابیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی۔

حقیقت محمدی ﷺ: حقیقت محمدی علیه من الصلوات افضلها و من التسلیمات أکملها که ظهور اول است و حقیقة الحقائق ا ست بآں معنی که حقائق انبیاء کرام وچه حقائق ملائکه عظام علیه و علیهم الصلوة والسلام که ظلال اند مرا أورا و او اصل حقائق است قال علیه وعلی اله الصلوة والسلام اول ما خلق الله نوری و قال وعلیه و علی اله الصلوة والسلام خلقت من نور الله و المومنون من نوری پس ناچار آں حقیقت واسطه بود درمیان سائر حقائق و درمیان حق جل و علا و وصو ل بمطلوب احد را بے توسط او علیه و علی اله الصلوة والسلام محال باشد فهو نبی الانبیاء و المر سلین و ارساله رحمة للعلمین علیه و علیهم الصلوات و التسلیمات أز ینجاست که انبیاء اولوالعزم باوجود اصالت تبعیت او می میخوابند و بآ رزو داخل امتان او میگر دند کما ورد علیه و علیهم الصلوات و التسلیمات و التحیات۔ (دفتر سوم، حصہ نہم مکتوب نمبر ۱۲۲)

ترجمہ: حقیقت محمدی علیہ افضل الصلوات واکمل التسلیمات جو ظہور اول ہے اور اس معنی ہیں حقیقۃ الحقائق (سب حقیقتوں کی حقیقت یعنی سب سے بڑی حقیقت) ہے کہ خواہ انبیاء کرام کے حقائق اور خواہ ملائکہ عظام علیہ و علیہم الصلوۃ والسلام کے حقائق حقیقت محمدی کے سائے ہیں اور یہ تمام حقیقتوں کی اصل ہے۔ (چنانچہ) حضور پر نور ﷺ نے خود فرمایا ہے اول ما خلق اللہ نوری (یعنی سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا فرمایا) اور یہ بھی حضور پر نور ﷺ ہی کا ارشاد ہے کہ خلقت من نور اللہ والمومنون من نوری (یعنی میں اللہ کے نور سے پیدا ہوا ہوں اور مومن میرے نور سے) پس یہی حقیقت باقی تمام حقائق اور حق تعالیٰ کے درمیان واسطہ ہے اور حضور ﷺ کے واسطے کے بغیر کوئی مطلوب تک نہیں پہنچ سکتا۔ سو آپ تمام انبیاء و رسل علیہم الصلوۃ والسلام کے نبی ہیں اور آپ رحمۃ للعلمین بن کر تشریف لائے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ انبیاء اولوالعزم بھی اصالت کے باوجود آپ کی اتباع کے خواہاں اور آپ کی امت میں داخل ہونے کے آرزومند رہے جیسا کہ (حدیث میں) وارد ہے۔

علیہم الصلوات و التسلیمات و التحیات

حضور ﷺ کی شان یکتا: دفوق مقامِ رضا قدمے نیست مگر خاتم الرسل را علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات مگر ازان مقام خبر داده که فرموده علیه وعلی آله الصلوة والسلام لی مع الله وقت لایسعنی فیه ملك مقرب ولا نبی مرسل ودر حدیثِ قدسی مگر ایں خصوصیت اِشا تست که وارد شده یا محمد انا وانت و ما سواك خلقت لا جلک فقل محمد علیه و علی اله الصلوة والسلام اللهم انت و ما انا و ماسواك ترکت لا جللک محمد

رسول اللہ ﷺ امروز چه درپا بند و عظمت و بزرگی ایشاں را دریں نشا چه شنا سند کی محق با مبطل دریں دار ابتلا ممتزج است و حق باباطل مخلوط در روزِ قیامت بزرگی معلوم خواہد گشت که امام پیغمبران با شند و صاحب شفاعت ایشاں و آدم و من دونه ہمه تحت لواء ایشاں بوند علیه و علی جمیع الانبیا و المرسلین من الصلوات افضلها و من التسلیمات اکملها۔ (دفتر دوم، حصہ ششم مکتوب نمبر ۷)

ترجمہ: مقام رضا سے آگے حضرت خاتم المرسلین ﷺ کے سوا کسی کا قدم نہیں پہنچا۔ شاید اس حدیث میں حضور ﷺ نے اسی مقام کی خبر دی۔

لی مع الله وقت لا یسعنی فیه ملك مقرب ولا نبی مرسل

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ کے ساتھ میرا ایک ایسا وقت ہے جس میں کسی فرشتہ مقرب اور نبی مرسل کی گنجائش ہے)

اس حدیثِ قدسی میں بھی شاید اسی خصوصی مقام کی طرف اشارہ ہے۔

(کہ رب نے فرمایا) اے محمد میں ہوں اور تو اور تیرے سوا جو کچھ بھی ہے، سب تیرے لئے پیدا کیا ہے، حضور ﷺ نے عرض کیا یا اللہ تو ہے اور میں نہیں اور میں نے تیرے سوا سب کچھ تیرے لئے ترک کر دیا۔

آج سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی شان کیا دریافت کر سکیں اور آپ کی عظمت و بزرگی کو اس جہان میں کیا پہچان سکیں کہ سچ جھوٹ کے ساتھ اور حق و باطل کے ساتھ اس جہان میں ملا ہوا ہے۔ قیامت کے دن ان کی بزرگی معلوم ہوگی جب وہ پیغمبروں کے امام اور

شفیع ہوں گے، آدم اور باقی لوگ بھی اُن کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اُن پر اور باقی تمام انبیاء مرسلین پر بھی بہترین درود اور اکمل سلام ہوں۔

خدا اور رسول ﷺ کی محبت: و نیز منقول است که شیخ مهنه ابو سعید ابوالخیر مجلسے داشتند و سید اجل از اکابرِ سادات خراسان نیز در مجلس ایشاں نشسته بودند، اتفاقاً در آں آثنا مجذوبے مغلوب الاحوال پیدا شد۔ حضرت شیخ اُو را برسیدِ اجل تقدیم دادند۔ سید را ناخوش آمد بسید فرمودند که تعظیمِ شما بواسطه محبت رسول است علیه الصلوة والسلام و تعظیم ایں مجذوب بواسطه محبت حق سبحانه ایں قسم تفرقه را نیز اکابر مستقیم الاحوال تجویز نمی نمایند و غلبه محبت حق را سبحانه و تعالیٰ بر محبت رسول او علیه الصلوة والسلام از سکرِ حال می دانند و جز فضولی نمی انگارند۔ اما ایں قدر ہست که در مقام کمال که مرتبه ولایت است محبت حق سبحانه غالب است ودر مقام تکمیل که نصیبے از مقام نبوت است محبت رسول غالب ثبتنا الله سبحانه علی اطاعة الرسول التی هی عین اطاعة الله سبحانه۔ (دفتر اول، حصہ سوم مکتوب نمبر ۱۰۲)

ترجمہ: اور یہ بھی منقول ہے کہ شیخ مہنہ ابو سعید ابوالخیر رضی اللہ عنہ ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اور خراسان کے بزرگ سادات میں سید اجل (یا بہت بڑے سید) بھی اسی مجلس میں بیٹھے تھے۔ اتفاقاً اسی اثنا میں ایک مغلوب الاحوال مجذوب آنکلا۔ حضرت

شیخ نے اس کو سید اجل پر فوقیت دی۔ سید نے برا مانا۔ شیخ نے سید کو فرمایا کہ تمہاری تعظیم رسول ﷺ کی محبت کے باعث ہے اور اس مجذوب کی تعظیم حق تعالیٰ کی محبت کے سبب ہے۔ مستقیم الاحوال بزرگوار اس قسم کے تفرقے کو بھی جائز نہیں سمجھتے اور رسول پاک علیہ الصلوۃ والسلام کی محبت پر حق تعالیٰ کی محبت کے غلبے کو سکرِ حال جانتے ہیں اور فضول و بیکار خیال کرتے ہیں لیکن اس قدر ضرور ہے کہ مقام کمال میں جو مرتبہ ولایت ہے حق تعالیٰ کی محبت غالب ہوتی ہے اور مقام تکمیل میں جو مقام نبوت کا فیض حصہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی محبت غالب ہوتی ہے۔ اللہ سبحانہ ہمیں اطاعتِ رسول پر جو عین اطاعتِ خداوندی ہے ثابت قدم رکھے۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں

و آنکہ گفتیم محبت خاص پیدا می شود در رنگ آنکہ بمحض فضل این فقیر راشدہ بود و در غلبات آں محبت میگفت کہ محبت من بحضرت حق سبحانہ ازاں جہت است کہ او تعالیٰ رب محمد است ﷺ و میاں شیخ تاج و یارانِ دیگر ازیں مقولہ تعجب میکر دند انگارم کہ از خاطر شما ہم نر فتہ باشد و تا ایں قسم محبت پیدا نشود الحاق و اتحاد چگونہ متصور بود ذالک فضل اللّٰہ یو تیہ من یشاء و اللّٰہ ذوالفضل العظیم ۔(دفترِ سوم حصہ نہم مکتوب نمبر ۱۲۱ بنام مرزا حسام الدین علیہ الرحمۃ)

ترجمہ : اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ خاص محبت پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ محض فضل سے اس فقیر کو پیدا ہوئی تھی اور اس محبت کے غلبے میں کہا کرتا تھا کہ میری محبت

حق تعالیٰ سے اس لئے ہے کہ وہ (حق) تعالیٰ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا رب ہے۔ اور میاں شیخ تاج اور دوسرے یار اس بات پر تعجب کرتے تھے۔ میرا خیال ہے شاید آپ کو بھی یہ بات یاد ہو گی۔ غرض جب تک اس قسم کی محبت پیدا نہ ہو، الحاق و اتحاد کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ذالك فضل الله يو تيه من يشاء و الله ذو الفضل العظيم (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، جس کو چاہتا ہے، دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے)

محبوب رب العلمین ایسا ہی ہونا چاہئے : و راس مرا داں و رئیس محبوباں محمد رسول اللّٰہ ﷺ کہ مقصود ذاتی و مدعو اولی ازیں دعوت اوست علیہ و علی آلہ الصلوۃ و السلام و دیگر اں را بطفیلی و مدعو اُو طلبیدہ اند مرادان باشند یا مریداں لو لا ہ لماخلق اللّٰہ الخلق و لما اظہر الربو بیۃ کما ورد چوں دیگراں ہمہ طفیلی او باشند و اُو مقصود۔ اصلی ازیں دعوت بود علیہ و علی آلہ الصلوۃ و السلام نا چار ہمہ محتاج اُو باشند و تبوسط او فیوض و برکات اخذ نمایند علیہ وآلہ الصلوۃ والسلام و بایں معنی اگر ہمہ را آل اُو گو یند گنجائش دارد علیہ و علی آلہ الصلوۃ والسلام کہ ہمہ پس رو او یند و بے توسطِ او کما اخذ نمی نمایند چہ پرگاہ و جود شاں بے توسط و جود او صورت نہ بنددد کمالات ۔ دیگر خود کہ تابع و جود اند بے تو سط او چہ صورت دارند علیہ و علی آلہ الصلوۃ والسلام بلے محبوب رب العلمین چنین باید (حوالہ ایضاً)

ترجمہ : اور مرادوں کے سردار اور محبوبوں کے رئیس حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ کیونکہ اس دعوت سے مقصودِ ذاتی اور مدعو اول آپ ہی ہیں۔ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام اور دوسرے، مراد ہوں یا مرید، آپ ہی کے طفیل بلائے گئے ہیں۔ **لو لاہ لما خلق اللہ الخلق و لما اظھر الربوبیۃ** (اگر آپ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ خلقت کو پیدا نہ کرتا اور نہ اپنی ربوبیت ظاہر کرتا) جیسا کہ (حدیث قدسی میں) وارد ہوا ہے۔ چونکہ دوسرے سب آپ کے طفیلی ہیں اور آپ اس دعوت کے اصلی مقصود ہیں ﷺ اس لئے لا محالہ سب آپ کے محتاج ہیں اور آپ ہی کی وساطت سے فیوض وبرکات حاصل کرتے ہیں ﷺ اس اعتبار سے اگر ان سب کو آپ کی آل کہہ دیں تو بجا ہے۔ ﷺ کہ سب آپ کے پیچھے چلنے والے ہیں اور آپ کے واسطے کے بغیر کمال حاصل نہیں کر سکتے۔ جب ان سب کا وجود آپ کے وسیلے کے بغیر متصور نہیں ہو سکتا تو دوسرے کمالات جو وجود کے تابع ہیں آپ کے وسیلے کے بغیر کیسے متصور ہو سکتے ہیں۔ کیوں نہ ہو محبوب رب العلمین ایسا ہی ہونا چاہئے۔

بابِ سوم

بارانِ کرم

بارانِ کرم

(اس مضمون میں چندوہ واقعات درج کئے جارہے ہیں جن سے حضور رحمۃ للعلمین ﷺ کی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ پر خصوصی عنایات کا اشارہ ملتاہے)

ولادتِ باسعادت کے وقت : آپ کے والدِ ماجد مخدوم عبدالاحد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے سعادتمند فرزند کی ولادت کے دن حالتِ کشف میں دیکھا کہ رسول خدا ﷺ تشریف فرما ہوئے ہیں اور میرے بیٹے کے کانوں میں اذان و تکبیر فرمارہے ہیں (سیرت امام ربانی)

نکاح کا مبارک اشارہ : حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ اکبر آباد سے واپس آرہے تھے تو رستے میں دہلی اور سرہند کے مابین شہر تھانیسر میں آپ کا گزر ہوا، وہاں کے رئیس شیخ سلطان تھے۔ یہ بادشاہ کے بڑے مقرب اور اس کی طرف سے دہلی اور لاہور کے درمیانی علاقہ کے حاکم مقرر تھے۔ شیخ سلطان نے خواب میں دیکھا کہ جناب سرور کائنات ﷺ فرماتے ہیں کہ 'اے سلطان! اپنی بیٹی کی شادی احمد سے کردے، جب وہ بیدار ہوئے تو حیران رہ گئے کہ وہ شیخ احمد کون ہیں۔ الغرض شیخ نے ایسے شخص کی تلاش کی۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ بھی ان دنوں تھانیسر میں تھے۔ چنانچہ آپ کے والدِ ماجد نے حسب الارشاد اس رشتے کو قبول فرماکر بیٹے کی شادی کردی۔ (ملخصاً از سیرت امام ربانی)

(اس کے برعکس نواب صدیق الحسن خاں بھوپالی (مشہور عالم اہل حدیث) نے اس بات کو بڑے فخر سے بیان کیا ہے اُن کا نکاح ملکہ وکٹوریہ کی رضامندی بھوپال کی رئیسہ سے ہوا تھا۔

نزولِ خلعت : ایک روز حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ صبح کے وقت جب حلقہ میں بیٹھے تھے، تو حالتِ کشفی میں کیا دیکھتے ہیں کہ جناب سرورِ کائنات ﷺ اولیاء کی جماعت سمیت تشریف فرما ہیں اور خود دستِ مبارک سے ایک نہایت فاخرہ خلعت حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ پہناتے ہیں اور فرمایا کہ یہ تجدید الف ثانی کی خلعت ہے۔ اس خلعت کا نزول آپ پر جمعہ ۱۰ ماہ ربیع الاول ۱۰۱۰ھ کو ہوا (سیرت امام ربانی)

قیومیت : ایک روز نماز ظہر کے بعد آپ مراقبہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور ایک حافظ آپ کے پاس قرآن شریف پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں آپ نے ایک اعلیٰ درجہ کا نوری خلعت اپنے آپ پر مشاہدہ کیا، اسی وقت القا ہوا کہ یہ قیومیت کا خلعت ہے، جو رسول مقبول ﷺ کے کمال اتباع کی وجہ سے آپ کو عطا کیا گیا۔

خود فرماتے ہیں قیومیت کا منصب بھی آپ کو (۷ رمضان) ۱۰۱۰ھ میں عطا ہوا۔

تذکرہ مشائخ نقشبندیہ میں خلعت کے عطا ہونے کے بعد کا واقعہ یوں ہے۔ "اتنے میں حضرت سید المرسلین رحمۃ للعلمین ﷺ تشریف لائے اور اپنے دستِ مبارک سے آپ کے سر پر دستار باندھی اور منصب قیومیت کی مبارکباد دی۔ (ص ۲۰۴)

علم کلام کے مجتہد : ایں فقیررا در توسطِ احوال حضرت پیغمبر علیہ و علیٰ آلہ لصلوات والتسلیمات در واقعہ فرمودہ کہ تو از مجتہدانِ علم کلامی، ازاں وقت در ہر مسئلہ از مسائل کلامیہ ایں فقیر را رائے خاص است و علم مخصوص (مبداء ومعاد)

ترجمہ : اس فقیر کو توسطِ احوال میں جناب پیغمبر خدا ﷺ نے واقعہ میں فرمایا کہ تم علم کلام کے مجتہدوں میں سے ہو، اس وقت سے علم کلام میں میری ایک خاص رائے ہے اور علم بھی مخصوص ہے۔

میر نصیر احمد رومی کا کشف : میر نصیر احمد رومی رحمۃ اللہ علیہ روم کے صحیح النسب سید اور بڑے شیخ تھے۔ ایک روز حضرت رسول اکرم ﷺ کے دربار میں بیٹھے ہوئے تھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ فرمارہے ہیں اے نصیر! سرزمین ہند میں ایک ولی ظاہر ہوا ہے اس کے ہاتھ پر جاکر توبہ کرو، چنانچہ میر صاحب دشوار گزار منزلیں طے کر کے ہندوستان کے قدیم شہر لاہور میں پہنچے تو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف ارادت سے مشرف ہوئے۔ (سیرت امام ربانی)

اجازت نامہ : حضرت شیخ مجدد قدس سرہ لکھتے ہیں

’خواب میں دیکھتا ہوں کہ حضرت رسالتمآب ﷺ نے فقیر کے لئے اجازت نامہ لکھا ہے جس طرح مشائخ اپنے خلفا کے لئے لکھتے ہیں اور فقیر کے مخلص یاروں میں سے ایک یار اس معاملے میں ہمراہ ہے۔ اس اثنا میں ظاہر ہوا کہ اس اجازت نامہ کے اجرا میں تھوڑا سا فتور ہے۔ اس فتور کی خاص وجہ بھی اسی وقت معلوم ہو گئی۔ وہ یار جو اس خدمت کا پیش کار ہے، لے گیا اور آنحضرت ﷺ نے اس اجازت نامے کی پشت پر دوسرا اجازت نامہ لکھوایا۔ یہ تشخیص نہیں ہوا، لیکن آنحضرت ﷺ کی نسبت معلوم ہے کہ لکھنے کے بعد اپنی مہر سے مزین فرمایا ہے اس اجازت نامے کا مضمون یہ ہے کہ دنیا کے اجازت نامے کے عوض آخرت کا اجازت نامہ دیا ہے اور مقام شفاعت میں نصیب و حصہ عطا فرمایا ہے۔ (دفتر دوم، مکتوب نمبر ۱۰۶)

تصدیق تحریر : حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ نے دوستوں کی فرمائش پر ایک رسالہ لکھا اس کے بارے میں اپنے پیرومرشد حضور خواجہ باقی باللہ رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں خط لکھتے ہوئے اس رسالے کی مقبولیت کا ذکر یوں کرتے ہیں۔

’ بعد از تحریر آں چناں معلوم شد کہ حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام و التحیۃ باجمع کثیر از مشائخ امت خود حاضر اند و ہمیں رسالہ را در دستِ مبارک خود دارند و از کمالِ کرم خویش بوسہ کنند و بہ مشائخ می نمایند کہ ایں نوع معتقدات می باید حاصل کرد و جماعتہ کہ بایں علوم مستسعد گشتہ بودند نورانی و ممتاز اند و عزیز الوجود و روبروئے آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام و التحیۃ ایستادہ والقصہ بطولہا و در ہماں مجلس باشاعتِ این واقعہ حقیر را امر فرمودند،(دفتر اول مکتوب نمبر ۱۶) ترجمہ : اس کی تحریر (و تکمیل) کے بعد معلوم ہوا کہ تاجدارِ ختم نبوت ﷺ اپنی امت کے بہت سے مشائخ کو ساتھ لئے تشریف فرما ہیں اور یہی رسالہ آپ کے دستِ مبارک میں ہے اپنے کمالِ کرم سے اسے چومتے ہیں اور مشائخ کو دکھا کر فرماتے ہیں اس قسم کے اعتقادات حاصل کرنے چاہئیں ۔ نیز وہ لوگ جنھوں نے ان علوم سے سعادت حاصل کی ہے، نورانی، ممتاز اور قلیل الوجود ہونے کے ساتھ ساتھ حضور پر نور ﷺ کے روبرو کھڑے ہیں۔ یہ قصہ دراز ہے۔

اسی مجلس میں اس واقعے کی اشاعت کا حکم اس فقیر کو صادر فرمایا۔

مکتوبات کی جلد اول کے بعد جلد ثانی شروع کرنے کی اجازت طلب کی گئی تو

حضرت شیخ مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں اس فکر و حیرت میں ہوں کہ تمام علوم جو تحریر میں آچکے ہیں خدا تعالیٰ کے نزدیک مقبول و پسندیدہ بھی ہیں یا نہیں۔ دوسرے روز فرمایا 'کل رات آواز آئی اور ظاہر کیا گیا کہ یہ تمام علوم جو تو نے لکھے ہیں بلکہ جو کچھ تیری گفتگو میں آگیا ہے، سب مقبول و پسندیدہ ہے اور میری تحریرات کی طرف اشارہ کرکے بتلایا گیا کہ یہ سب ہمارا قول اور ہمارا ایمان ہے، اس وقت ان علوم کو میری نظر میں لایا گیا۔ میں ایک ایک کو بطریق اجمال و تفصیل دیکھ رہا تھا۔ خصوصاً ان علوم کو کہ جن میں ایک وقت مجھے کچھ تردد تھا۔ سب کو میں نے اُسی حکم میں داخل پایا۔ **الحمد للہ علی الاحسان**۔ اس کے بعد آپ نے جلد ثانی کے مکتوبات کو لکھنا شروع کیا۔

مکتوبات شریف کی جلد اول مکتوب نمبر ۳۳۴ کے خاتمہ پر فرماتے ہیں۔

'اے فرزند! یہ معارف جو لکھے گئے ہیں۔ امید ہے کہ الہامات رحمانی سے ہوں کہ جن میں وساوس شیطانی کی آمیزش کی بالکل مجال نہیں۔ اس کی دلیل فقیر کے پاس یہ ہے کہ جب ان علوم کے لکھنے کے درپے ہوا اور اللہ جل شانہ کی بارگاہ قدس سرہ میں ملتجی ہوا۔ تو میں نے دیکھا کہ گویا ملائکہ کرام علی نبینا وعلیہم الصلوۃ والسلام اس مقام کے اطراف سے شیطان کو دور کر رہے ہیں اور اُسے اس مکان کے گرد رہنے نہیں دیتے۔ **واللہ سبحانہ اعلم بحقیقۃ الحال**۔ چونکہ بڑی نعمتوں کا ظاہر کرنا اعظم محامد سے ہے۔ اس لئے ان بڑی نعمتوں کے اظہار کی جرأت کی گئی۔ امید ہے کہ خود بینی کے مظنہ سے خالی ہو گی۔ خود بینی کی گنجائش کس طرح ہو سکتی ہے۔ جب کہ اللہ سبحانہ کی عنایت سے اپنا نقص و شرارت ذاتی ہر وقت نصب العین ہے اور کمالات سب کے سب اللہ تعالیٰ سے منسوب ہیں (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ)

نوٹ: ان اقتباسات کو وہ حضرات غور سے پڑھیں جنھیں مکتوبات شریف کی پہلی دو جلدوں پر 'سکر' کا غلبہ ہی نظر آتا ہے۔ ہم بڑے وثوق اور ادب سے عرض کرتے ہیں کہ دراصل خود ان حضرات پر جب وہ اس قسم کے بے بنیاد خدشات کا اظہار کرتے ہیں۔ سکر کا غلبہ ہوتا ہے۔ اب جس جس کو جس جس بات سے جو جو خلجان ہو دور کرے اور اس ایک جملے کو شافی و صافی اور کافی و وافی و نافی جانے۔

مقبولانِ مجدد: عقائد مجدد کی مقبولیت بیان ہو چکی۔ اب ان لوگوں کی مقبولیت کا حال دیکھئے جو حضرت مجدد اور آپ کے خلفا کی بارگاہوں کے مقبول ہیں بلکہ آخر تک آپ کے سلسلہ مجددیہ میں داخل ہوں گے۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے عظیم ترین خلفاء میں سے ایک حضرت میر محمد نعمان قدس سرہ ہیں۔ آپ کا مکاشفہ ملاحظہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں

'حضور سرورِ کائنات ﷺ کو میں نے واقعہ میں دیکھا سیدنا امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق ؓ بھی آپ ﷺ کے پاس تھے ارشاد عالی ہوا 'اے ابوبکر! میرے بیٹے محمد نعمان کو بتاؤ کہ جو شیخ احمد کا مقبول ہے وہ میرا مقبول ہے اور (میرے وسیلے سے) خدا کا مقبول ہے اور جو شیخ احمد کا مردود ہے۔ وہ میرا مردود اور بارگاہ خداوندی کا مردود ہے۔ مجھے یہ بشارت سن کر از حد خوشی حاصل ہوئی کہ اللہ کا شکر و احسان ہے کہ حضرت مجدد کا مقبول ہوں لہذا خدا کا بھی مقبول ہوا۔ اس خیال کے آتے ہی حضور ﷺ نے صدیق اکبرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا 'اے ابوبکر' میرے فرزند محمد نعمان کو بتادو کہ جو بھی تمہارا مقبول ہے، وہ شیخ احمد کا مقبول میرا مقبول اور خدا کا مقبول ہے اور جو تیرا مردود ہے۔ شیخ احمد کا مردود، میرا مردود اور خدا کا مردود ہے'۔ (حضرات القدس از حضرت شیخ بدر الدین سرہندی علیہ الرحمۃ)

اب ایک اور بشارت۔ شیخ مجدد قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ درویش ایک روز (تجدید کے بارھویں سال) اپنے یاروں کے حلقے میں بیٹھا تھا اور اپنی خرابیوں پر نظر تھی اور یہ نظر یہاں تک غالب تھی کہ خود کو اس طریق سے بالکل نامناسب پاتا تھا۔ اسی دوران حکم حدیث من تواضع لله رفعه الله (یعنی جس نے اللہ کے لئے تواضع کی، اللہ نے اس کو بلند کر دیا) اس دور افتادہ کو خاکِ مذلت سے اُٹھایا گیا اور اس کے باطن میں یہ ندا کی گئی۔ غفرت لك و لمن توسل بك الى بواسطة او بغير واسطة الى يوم القيمة ۔ترجمہ :میں نے بخش دیا تجھ کو اور اُن کو جو بالواسطہ یا بلاواسطہ قیامت تک میری طرف تیرا واسطہ پکڑیں گے

بار بار یہ بشارت دی گئی حتیٰ کہ شک کی گنجائش نہ رہی

والحمد لله سبحانه على ذالك حمد اكثيرا طيباً مباركا فيه مباركا عليه كما يحب ربنا و يرضى والصلوة والسلام على رسوله سيدنا محمد واله كما يجوى. بعد ازاں اس واقعے کے اظہار کا حکم بھی دیا گیا

اگر پادشہ بردرِ پیر زن
بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

(منظوم ترجمہ :اگر بڑھیا کے در پہ آئے سلطان۔ تو اے خواجہ نہ ہرگز ہو پریشاں)

ان ربك واسع المغفرة (بے شک تیرا رب وسیع بخشش والا ہے)(مبداء معاد)

بارہ بار زیارت: حضرت بدرالدین سرہندی خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ اپنی کتاب حضرات القدس میں بیان فرماتے ہیں۔

'حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ ایک مدت تک اونی قالین کے مصلے پر نماز

ادا کرتے تھے اور چونکہ امام مالک کے نزدیک پشم (اون) پر سجدہ مکروہ ہے اور حضرت شیخ مجدد کا طریقہ تھا حتی المقدور تمام مذاہب پر (بیک وقت) عمل۔ اس لئے سجدے کی جگہ سوتی کپڑے کا ٹکڑا لگا لیا تھا اور کئی سال اسی مصلے پر نماز ادا کی تھی اور اسی ٹکڑے پر سجدہ کیا تھا ۔جب وہ کپڑے کا ٹکڑا میلا ہو گیا۔ خادموں نے اُسے نکال لیا اور اُس کی جگہ نیا ٹکڑا سی دیا۔ اس عاجز نے اس میلے کپڑے کو جو نہایت ہی متبرک تھا اپنی دستار میں رکھ لیا تا کہ اپنے گھر جا کر کسی اچھی جگہ پوری تعظیم سے محفوظ کر لیا جائے۔ چنانچہ رات آئی اور حقیر نماز عشاء پڑھ کر سو گیا۔ وہ کپڑا دستار ہی میں رہا۔ شیخ مجدد کی عظمت و کرامت دیکھئے اسی رات حضور پیغمبر کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے جمال جہاں آرا کی زیارت سے بارہ بلکہ اس سے بھی زیادہ بار مشرف ہوا جب بھی بیدار ہو کر دوبارہ آنکھ لگتی، محبوب خدا علیہ التحیۃ والثنا کی زیارت ہو جاتی۔(ترجمہ ص ۹۸،۳۹۷)۔

حضرت مرزا شہید کا خواب: حضرت مرزا شہید قدس سرہ فرماتے ہیں۔

'ایک دفعہ میں جناب سرورِ کائنات ﷺ کے جمالِ جہاں آراء سے مشرف ہوا۔ گویا میں آنحضرت ﷺ کے پہلو میں برابر لیٹا ہوا ہوں اور نفس مبارک کی راحت مجھے پہنچ رہی ہے، اسی اثنا میں مجھے پیاس لگی۔ سرہند کے پیرزادے وہاں حاضر تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ان میں سے ایک کو پانی لانے کا حکم دیا۔ بندہ نے عرض کی 'یارسول اللہ'! وہ میرے پیرزادے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ ہمارے حکم کی تعمیل کرتے ہیں، پس ان میں سے ایک بزرگ پانی لایا اور میں نے سیر ہو کر پیا۔ میں نے عرض کی۔ یارسول اللہ! آپ حضرت مجدد الف ثانی کے حق میں کیا فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کی مثل

میری امت (کے دور حاضر میں کون ہے ؟) میں نے عرض کی 'یارسول اللہ! ان کے مکتوبات آپ کی نظر مبارک میں گزرے ہیں ؟ فرمایا 'اگر تمھیں کچھ یاد ہے تو پڑھو' بندہ نے آپ کے کسی مکتوب کی یہ عبارت پڑھی۔ انہ تعالیٰ ورا ء ا ء الورا ء ثم ورا ء الورا ء حضور ﷺ نے بہت پسند فرمائی اور محظوظ ہوئے۔ فرمایا کہ پھر پڑھو۔ میں نے پھر یہی عبارت عرض کی۔ حضور ﷺ نے اور زیادہ تعریف فرمائی اور یہ حالت دیر تک رہی۔ صبح کے وقت ایک بزرگ نے علی الصبح آکر کہا کہ میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے کہ تم نے ایک اچھا خواب دیکھا ہے۔ وہ خواب کیا ہے۔ فقیر نے یہ خواب اس سے بیان کر دیا۔ وہ بہت متعجب ہوئے۔ آنحضرت ﷺ کے نفس مبارک اور صحبت سے میں نے اپنے تئیں سراپا نور و حضور پایا۔ اور اس خواب کی کیفیتوں سے جو امر بیداری سے بہتر ہے کئی دن تک مجھے کچھ بھوک اور پیاس نہ تھی (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ حوالہ ملفوظات حضرت میر مرزا رحمہ اللہ تعالیٰ)



واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ و السلام علی سید المرسلین و الہ واصحابہ و اولیاء امتہ و علماء ملتہ اجمعین ۔

سگ دربارِ حضور نقش لاثانی قدس سرہ النورانی

آمین

شان مجدد (رضی المولیٰ عنہ) اشعار اقبال کی تضمین

غلام مصطفیٰ مجددی ایم۔اے

کیا دور ہے چھائی ہے گھٹا چرخ خرد پر — مائل ہے ہر اک فرد جہاں بغض و حسد پر
تا مہر کسی مرد کی ہو میری سند پر — حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار

فردوس نظر دیکھے ہیں تابندہ نظارے — کس کو میسر ہیں درخشندہ سہارے
اس در پہ دل و جاں ہوئے زندہ ہمارے — اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار

کیا ڈٹ کے رہا وقت کی شمشیر کے آگے — کیا نکلا جہالت کی صفیں چیر کے آگے
کیا ٹھہرا جواں عزم بھی اس پیر کے آگے — گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار

حد درجہ ہوئی قوم مسلمان پریشان — اسلام بلکتا تھا زبوں حال تھا ایمان
ہر لحظہ کیا ظلم نے تاراج گلستان — وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان
اللہ نے بر وقت کیا جس کو خبردار

قرآں کی سمجھ بوجھ تو اسلام کا غم دو — عرفان و محبت کے حسیں رنگ میں رنگو
پامال زمانہ ہوں مجھے پیار سے دیکھو — کی عرض یہ میں نے کہ عطا فقر ہو مجھ کو
آنکھیں میری بینا ہیں ولیکن نہیں بیدار

افسوس ہمہ اہل خرد خوش بہ جفا اند — ناعاقبت اندیش غلامی پر رضا مند
تقدیر کے صیاد ہیں تقدیر کے پابند — آئی یہ صدا سلسلہ فقر ہوا بند
ہیں اہل نظر کشور پنجاب سے بیزار

جس دنیا کے افراد ضمیر اپنا کچل دیں — ایمان کا سودا بھی کریں، دین بھی بیچیں
ہر شاخ محبت پہ کھلے پھول کو مسلیں — عارف کا ٹھکانہ نہیں وہ خطہ کہ جس میں
پیدا کلہ فقر سے ہو طرہ دستار